www.urducouncil.nic.in

دسمبر 2025 ، قیمت :- 15 ₹

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly **BACHON KI DUNIYA**, New Delhi

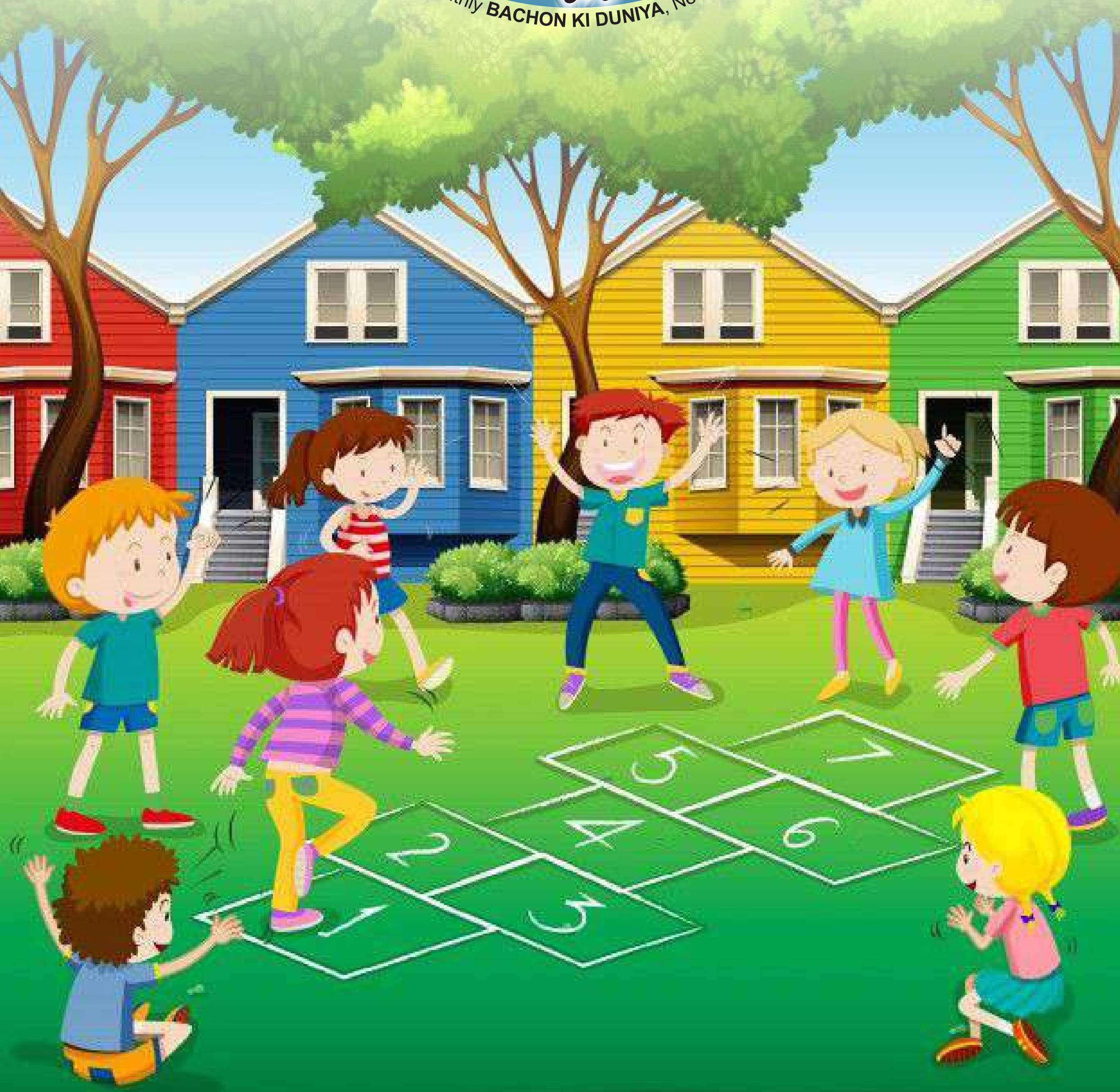

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ
اُردو دُنیا
نئی دہلی
Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 25 روپے، سالانہ: 240 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی
فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

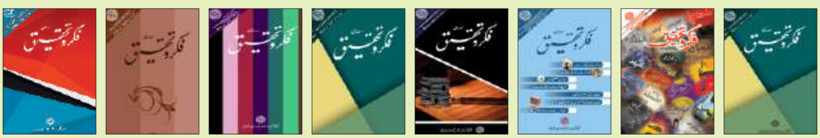

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندوستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہم سے رابطہ کیجیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

بچوں کی دنیا

جلد: 13 شمارہ: 12 دسمبر 2025

مدیر : ڈاکٹر شمس اقبال

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارتِ تعلیم ـ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025

فون:49539000
شعبہ ادارت:49539009-11
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

مطبع: میکاف پرنٹرس، B-127، سیکٹر 65، نوئیڈا۔ 201301 (یوپی)

قیمت:-/15 روپے، سالانہ:-/145 روپے

- اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی- 110066
فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھرگٹی، حیدرآباد- 500002
فون:040-24415194

اس شمارے میں

اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
مضامین		
ایجادات کی دنیا	ارباز احمد	07
آلودگی	جاوید احمد سعیدی کامٹوی	10
نظمیں		
میں کسان بنوں گا	الطاف حسین حالی	13
میری اچھی آپا آؤ	شفیع الدین نیر	14
جیسی مینا ہوتی ہے	انور آفاقی	15
نیک کام	فراق جلال پوری	15
صاف صفائی	کلیم نوری فیروزآبادی	16
جب بھی بولو، سچ ہی بولو	محمد توقیر عالم نظمی	17
بیٹی ہماری	پروین بیگم	18
علم	عذرا خاتون	19
اپنا گھر	عربینہ رفعت	20
ڈراما		
مقدمہ ہوا اور پانی کا	اسما انصاری	21
کہانیاں		
دس تک گنتی دو طرح سے گنی جاسکتی ہے	محمد امین	25
صداقت	مشتاق کریمی	30
شرارت مہنگی پڑی	افتخار انیس حمیدی	33
کیسے	مبین نذیر	35
راہ یقین	شگفتہ تبسم	38
آصف کا موبائل	فرحین انجم	42
سردیوں کی راتیں	رومانہ عفت راہی	44
جگری دوست	ثانیہ بانو	48
سائنس		
تتلی رانی	عبدالودود انصاری	50
رنگ برنگ پھولوں کی رانی	معزالدین ماجد	56
واقفیت عامہ		
تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات	ادارہ	57
کہکشاں		
چمن چمن کے پھول		58
ننھے فنکار		
پینٹنگ		59

پیارے بچو! آج دنیا کے ہر کونے میں جو ترقی اور سہولتیں ہمیں نظر آتی ہیں، وہ سب سائنس اور سائنسی ایجادات کی دین ہیں۔ آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اگر سائنس نہ ہوتی تو ہماری زندگی کیسی ہوتی؟ نہ بجلی ہوتی، نہ موبائل فون، نہ کمپیوٹر، نہ اسکول کے آن لائن کلاسز، نہ دوائیں، نہ ہی وہ کھلونے جو بیٹری سے چلتے ہیں۔ یقیناً زندگی بہت مشکل اور سست رفتار ہوتی۔ سائنس نے انسان کی سوچ اور طرزِ زندگی کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ پہلے زمانے کے لوگ میلوں کا سفر پیدل یا گھوڑے پر کرتے تھے، آج صرف چند گھنٹوں میں بس، ریل اور ہوائی جہاز کے ذریعے دور دراز کا سفر کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح کوئی پیغام یا خط وغیرہ پہنچانے میں مہینوں لگ جاتے تھے، اب واٹس ایپ یا ای میل وغیرہ کے ذریعے سیکنڈوں میں بات دنیا کے کسی بھی حصے تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ سب سائنسی ایجادات کا کمال ہے۔

بچو! ہماری روزمرہ زندگی میں بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو سائنس کی بدولت ممکن ہوئی ہیں۔ بجلی نے گھروں اور راستوں کو روشن کیا، پنکھے اور اے سی نے گرمی دور کی، فریج نے کھانے کو محفوظ رکھا اور انٹرنیٹ نے علم کے سمندر کو ہماری پہنچ میں کر دیا ہے۔ ہسپتالوں میں نئی نئی مشینیں، آپریشن تھیٹرز اور دوائیں انسان کی جان بچانے میں مدد کر رہی ہیں۔ یہ سب کچھ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ سائنس صرف کتابوں کا مضمون نہیں بلکہ زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔ ہر ایجاد کسی نہ کسی سائنس داں کی محنت، تحقیق، تجسس اور خواب کا نتیجہ ہے۔ ایڈیسن نے بجلی کا بلب ایجاد کیا، گراہم بیل نے ٹیلیفون بنایا، رائٹ برادرز نے ہوائی جہاز اڑایا، مارک زکر برگ نے فیس بک اور برائن ایکٹن اور جان کوم نے واٹس ایپ بنایا، اسی طرح روبوٹ اور مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) جیسی نئی نئی چیزوں نے انسانی زندگی میں بہت سی آسانیاں پیدا کردی ہیں۔ ان جیسی سائنسی ایجادات کی وجہ سے دنیا نے ترقی کی رفتار پکڑ لی ہے۔

پیارے بچو! سائنس نے جہاں زندگی کو آسان بنایا ہے، وہیں ہمیں یہ بھی سکھایا ہے کہ علم حاصل کرنا کتنا ضروری ہے۔ اس لیے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم و موضوعات پر بھی توجہ دیں، روز نئی باتیں سیکھیں، تجربے کریں اور سوال پوچھنے کی عادت ڈالیں۔ ایک بات یاد رکھیں جو بچہ مشاہدہ کرتا ہے، سوال کرتا ہے اور جاننے کی کوشش کرتا ہے، وہی آگے چل کر سائنس داں بنتا ہے۔ 'بچوں کی دنیا' دسمبر 2025 کے شمارے میں سائنسی ایجادات کے متعلق ایک تحریر دی جارہی ہے اسے آپ پڑھیں گے تو کوئی اہم سائنس داں اور ان کی ایجادات و کارنامے سے واقف ہوں گے اور علم سائنس کی طرف آپ کا ذوق وشوق بھی بڑھے گا۔

آپ کا

ڈاک خانہ

ماہنامہ ’بچوں کی دنیا‘ ادب اطفال پر مبنی بہت اچھا رسالہ ہے۔ بچوں کی ذہنی اور اخلاقی تربیت میں بڑا معاون ہے۔ معلوماتی مضامین، سبق آموز کہانیاں، دلچسپ نظمیں، واقفیت عامہ، ننھے فنکار، جملہ مشمولات قابل ستائش ہوتی ہیں۔ سادہ ڈاک کا نظام کچھ ایسا ہے کہ کبھی کبھی ڈاک مس ہوجاتی ہے۔ مجھے ستمبر 2025 کا شمارہ بذریعہ ڈاک موصول نہیں ہوا۔ لکھنؤ کتاب

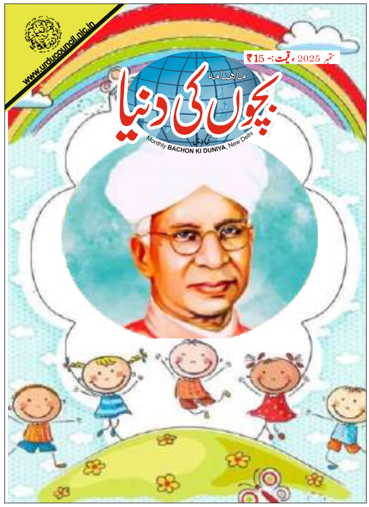

میلہ میں میرے دوست کا جانا ہوا تو میں نے ان سے منگوایا۔ اس طرح بچوں کی دنیا کا ستمبر 2025 کا شمارہ ہمدست ہوا۔ ہر شمارہ کی طرح ستمبر 2025 کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ اداریے نے بہت متاثر کیا۔ اس میں اساتذہ کی اہمیت اور فضیلت پر روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے بجا فرمایا کہ اساتذہ کسی بھی معاشرے کا سرمایہ ہوتے ہیں اگر ہم بااخلاق اور ترقی یافتہ معاشرہ چاہتے ہیں تو ہمیں ہر حال میں اساتذہ کا احترام کرنا ہوگا۔ اساتذہ کی مناسبت سے تمام نگارشات لائق مطالعہ ہیں۔ ’استاد کی ڈانٹ ڈپٹ‘ بھی پسند آیا، جس میں دادا اور دادی بچے کو ایک چھوٹی سی کہانی سناتے ہیں اور کہانی کے ذریعے بتاتے ہیں کہ ہمیں ہمیشہ استاد کی عزت اور فرمانبرداری کرنی چاہیے۔ ’مثالی طالب علم‘ بھی بہت اچھا مضمون ہے۔ سائنسی اور طبی مضمون ’ذیابیطس‘ بھی معلومات افزا ہے۔

منظومات کے حصے میں زبان و بیان، عروض و آہنگ اور فن کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ جو نظمیں شامل اشاعت ہوں وہ اغلاط شعری سے پاک اور بے عیب ہونی چاہیے۔ ماہنامہ ’بچوں کی دنیا‘ ایک معیاری رسالہ ہے۔ اغلاط زدہ نظموں کی اشاعت سے اس کا معیار اور وقار مجروح ہوسکتا ہے۔

یاسین انصاری، اٹاوہ، یوپی

’بچوں کی دنیا‘ دہلی رسالہ اکتوبر 2025 موصول ہوا۔ شمارے کا پہلا مضمون ’برف کے گھر اگلو‘ بہت معلوماتی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ برف کے گھر کون بناتے ہیں، ایسے لوگ جو اسکیو آرک علاقے میں رہتے ہیں وہ لوگ برف کے گھر بناتے ہیں۔ دوسرا مضمون ’کامیابی

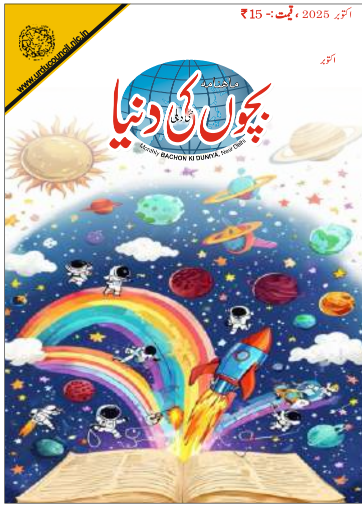

کا راز' پڑھا۔ جس میں ہمیں سیکھ دی گئی کہ کامیابی پانے کے لیے ہمیں کس طرح محنت کرنی چاہیے، اس میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ ہمیں ہر کام کے لیے منصوبہ بندی کرنی چاہیے اور ایک اہم بات اس مضمون میں یہ تھی کہ اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کریں اور خود اعتمادی اپنے اندر پیدا کریں۔ خود پر یقین رکھنا کامیابی کی طرف پہلا قدم ہے۔ دیگر مضامین کا مطالعہ کرتے کرتے عظیم شخصیت مہاتما گاندھی امن کے علم بردار، جس میں گاندھی جی کی شخصیت کو بیان کیا گیا ہے، ان کی ابتدائی زندگی کا مختصر بیان اچھا لگا۔ نظم میں سب سے پہلی نظم 'دیوالی' جسے ہر قوم کے افراد بڑی ہی خوشی سے مناتے ہیں۔ ایک نظم 'علم کے موتی چن لو' بڑی ہی پیاری نظم لگی۔ کہانیوں میں، بجلی کا بل، حکمت اور دانائی، والدین سے محبت، موبائل کی دنیا، ننھی تتلی کی ہمت، سبھی کہانیاں بڑی دلچسپ تھیں۔ مگر! ایک کہانی جس نے مجھے اپنی طرف مائل کیا وہ تھی 'والدین سے محبت' جس میں ایک استاد بچوں سے ایک دلچسپ سوال پوچھتے ہیں اور بچوں کو والدین سے محبت کیوں اور کس طرح کرنی چاہیے اسے تفصیل سے سمجھاتے ہیں۔ سائنسی مضمون ماہر فلکیات وکرم سارا بھائی بھی پسند آیا کہ اس میں وکرم سارا بھائی کے متعلق بڑی معلوماتی گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے بعد نظر ننھے فنکاروں پر پڑی جو اپنی صلاحیت کو بڑے ہی خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں، یہ رسالہ ہی نہیں بلکہ بچوں کے لیے معلومات حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے جس سے ہر طرح کی معلومات بچوں تک پہنچتی ہے۔

ثانیہ رحیم، ڈولا میاں کی مسجد کے پاس، سندھی پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' نومبر 2025 کا شمارہ موصول ہوا۔ سب سے پہلے تو میں اپنی کہانی بعنوان 'استاد کی ڈانٹ' ستمبر کے شمارے میں شائع کرنے کے لیے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ مجھے بتاتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ میں نے مضمون، کہانی وغیرہ لکھنے کی شروعات ماہنامہ بچوں کی دنیا سے کی۔ سرورق پر چھپی تصویر مسکراتے بادل چہکتی چڑیا اور سبز درخت بہت خوبصورت ہے۔ پہلا مضمون 'یومِ ریڈیولوجی' ایکسرے مشین کے بارے میں بڑی اہم بات اس میں بتائی گئی ہے۔ 'مطالعہ کیسے کریں' کتابوں کے مطالعہ کے بارے میں بہت عمدگی سے بتایا گیا ہے جو کہ ہمیں بہت پسند آیا۔ 'ڈیجیٹل ڈیٹوکس' سبق آموز ہے۔ ہم بھی جمعہ کے دن نو موبائل ڈے مناتے ہیں۔ ایک دن بغیر موبائل کے بھی اچھا لگتا ہے۔ شاعری کے حصے میں 'ہر گھڑی پڑھنے میں دل اپنا لگاؤ بچو' بہت اچھی ہے۔ جاوید رانا کی نظم 'پڑھو پیارے بچو' بھی بہت عمدہ ہے۔ مضامین اور کہانیاں قابل تعریف ہیں۔ نظمیں بھی قابل تحسین ہیں۔ سرورق سے لے کر آخری ورق تک بغور مطالعہ کیا ماشاءاللہ یہ رسالہ معلومات سے لبریز ہے۔

ثمینہ بانو محمد افضال، خانقاہ وارڈ، برہانپور مدھیہ پردیش

ارباز احمد

ایجادات کی دنیا

دنیا میں آج ہم جس سہولت اور آسانی سے زندگی گزار رہے ہیں، وہ سب اختراعات یعنی ایجادات کی بدولت ممکن ہوا ہے۔ کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اگر بجلی، موبائل، گاڑی یا انٹرنیٹ نہ ہوتے تو ہماری زندگی کیسی ہوتی؟ یقیناً بہت مشکل!

یہ سب کچھ ان ذہین انسانوں کی محنت اور سوچ کا نتیجہ ہے جنھوں نے نئی چیزیں ایجاد کر کے دنیا کو بدل کر رکھ دیا۔

ایجاد و اختراع کیا ہے؟

ایجاد و اختراع (Invention) کا مطلب ہے کوئی نئی چیز بنانا جو پہلے موجود نہ ہو۔ یہ وہ علم اور کوشش ہے جس کے ذریعے انسان اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے نئی چیزیں پیدا کرتا ہے۔

جب کوئی شخص یا سائنسداں اپنے تجربات اور مشاہدے سے کوئی نیا آلہ یا نئی مشین بناتا ہے تو اسے 'ایجاد و اختراع' کہا جاتا ہے۔

ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز، جیسے پن، قینچی، پینسل، شارپنر، گھڑی یا کیلکولیٹر — یہ سب کسی نہ کسی موجد (Inventor) کی ذہانت کا نتیجہ ہیں۔

قدیم زمانے کی ایجادات

انسان جب سے زمین پر آیا ہے، تب سے کچھ نہ کچھ بناتا رہا ہے۔ پہلے پہل انسان نے پتھروں سے

ہتھیار بنائے تاکہ وہ جانوروں کا شکار کر سکے۔ پھر اس نے آگ جلانا سیکھا، جو انسان کی سب سے پہلی بڑی ایجاد تھی۔ آگ نے اس کی زندگی بدل دی— اب وہ کھانا پکا سکتا تھا، سردی سے بچ سکتا تھا، اور روشنی حاصل کر سکتا تھا۔

اس کے بعد پہیے (Wheel) کی ایجاد ہوئی، جسے تمام ایجادات کی ماں کہا جاتا ہے۔ پہیے کے بغیر نہ گاڑی بنتی، نہ سائیکل، نہ مشین۔ آج کی تمام مشینوں کی بنیاد اسی ایجاد پر ہے۔

اسی طرح زراعت، لباس بنانا، گھروں کی تعمیر، اور لکھنے کے طریقے بھی قدیم ترین ایجادات میں شامل ہیں۔

سائنسداں اور ان کی مشہور ایجادات

دنیا کی تاریخ سائنسدانوں اور موجدوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ آیئے کچھ مشہور ایجادات اور ان کے موجدوں سے واقف ہوتے ہیں:

1. تھامس ایڈیسن— بجلی کا بلب ایجاد کرنے والا۔ اس کی بدولت آج ہمارے گھروں میں روشنی ہے۔
کہا جاتا ہے کہ ایڈیسن نے بلب بنانے سے پہلے ہزاروں بار ناکامی کا سامنا کیا، مگر ہمت نہ ہاری۔
2. الیگزینڈر گراہم بیل— ٹیلی فون کے موجد۔ انھی کی وجہ سے آج ہم ایک جگہ بیٹھ کر دنیا کے دوسرے کونے میں بات کر سکتے ہیں۔
3. رائٹ برادرز (Wright Brothers) — ہوائی جہاز کے موجد۔ ان کی ایجاد نے سفر کے انداز ہی بدل دیے۔ پہلے جہاں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں ہفتے لگتے تھے، اب چند گھنٹوں میں ممکن ہے۔
4. جیمز واٹ— بھاپ کا انجن (Steam Engine) ایجاد کرنے والا۔
اس کی ایجاد نے صنعتی انقلاب برپا کیا اور دنیا بھر میں فیکٹریوں کا نظام وجود میں آیا۔
5. البرٹ آئن اسٹائن— عظیم سائنسداں جنھوں نے نظریہ اضافت (Theory of Relativity) پیش کیا۔
ان کی سائنسی سوچ نے جدید فزکس کی بنیاد رکھی۔
6. گلیلیو گلیلی— ٹیلیسکوپ کے موجد، جنھوں نے سب سے پہلے آسمان کے رازوں کو قریب سے دیکھا۔
7. لوئس پاسچر— ویکسین اور جراثیم کی تحقیق کرنے والے سائنسداں آج جو ہم بیماریوں سے بچنے کے لیے ویکسین استعمال کر لیتے ہیں، وہ انھی کی ایجاد کا نتیجہ ہے۔

روزمرہ زندگی میں ایجادات کی اہمیت

آج ہماری روزمرہ زندگی میں قدم قدم پر ایجادات کا عمل دخل ہے۔ صبح آنکھ کھلنے سے لے کر رات سونے تک ہم سیکڑوں ایجادات کا استعمال کرتے ہیں:

* الارم گھڑی ہمیں جگاتی ہے۔
* بجلی سے پنکھے، لائٹ، فریج اور موبائل چلتے ہیں۔
* کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے ہم تعلیم حاصل کرتے ہیں۔
* موٹر گاڑیاں اور بسیں ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہیں۔
* ٹی وی، ریڈیو اور موبائل ہمیں خبریں اور تفریح کراتے ہیں۔
* اگر یہ سب ایجادات نہ ہوتیں تو ہماری زندگی بہت سست، مشکل اور بے رنگ ہوتی۔

ایجاد کیسے ہوتی ہے؟

کسی چیز کو ایجاد کرنے کے لیے صرف علم ہی نہیں بلکہ تخیل (Imagination) اور محنت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

ہر ایجاد ایک سوال سے شروع ہوتی ہے ''یہ چیز کیوں ہے؟'' یا ''یہ کام بہتر کیسے ہو سکتا ہے؟''

مثلاً— جب کسی نے سوچا کہ ''میں زمین پر تیز کیسے دوڑ سکتا ہوں؟'' تو اس نے پہیہ ایجاد کیا۔

جب کسی نے سوچا کہ ''دور بیٹھے شخص سے بات کیسے ہو؟'' تو اس نے ٹیلی فون بنایا۔

جب کسی نے پوچھا کہ ''اندھیرے میں روشنی کیسے ہو؟'' تو اس نے بلب ایجاد کیا۔

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سوال کرنا سائنس اور ایجاد کی پہلی سیڑھی ہے۔

جدید ایجادات کا زمانہ

آج کا دور 'ٹیکنالوجی' کا دور کہلاتا ہے۔ ہر دن کوئی نہ کوئی نئی ایجاد سامنے آ رہی ہے۔ کمپیوٹر، انٹرنیٹ، موبائل فون، سٹیلائٹ، اور روبوٹس — سب جدید ایجادات کی مثالیں ہیں۔ موبائل فون نے رابطے کا انداز بدل دیا۔ اب دنیا کے کسی بھی کونے میں بات کرنا لمحوں کا کام ہے۔ انٹرنیٹ نے علم اور معلومات کو سب کے لیے آسان بنا دیا۔ کمپیوٹر نے پڑھائی، کام اور کھیل سب کچھ بدل دیا۔ مصنوعی ذہانت (Artificial Intelligence) نے روبوٹس کو انسانوں کی طرح سوچنے اور فیصلے کرنے کے قابل بنا دیا۔

3D پرنٹنگ اب ایسے ماڈل اور پرزے بنا رہی ہے جو پہلے صرف خواب تھے۔

یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان ہمیشہ نئی راہیں تلاش کرتا رہتا ہے۔

بچوں کے لیے پیغام

پیارے بچو! یاد رکھیں، ہر بڑی ایجاد کبھی ایک چھوٹے خیال سے شروع ہوئی تھی۔

تھامس ایڈیسن بھی کبھی ایک عام بچہ تھا، لیکن اس نے سوال کیے، تجربے کیے، اور کبھی ہمت نہیں ہاری۔

آپ بھی چھوٹی چھوٹی چیزوں میں نیاپن لائیں، نئے طریقے سوچیں، سوال کریں اور تجربے کریں— یہی ایجاد کا پہلا قدم ہے۔

سائنس صرف لیباریٹری یا کتاب میں نہیں، بلکہ آپ کے اردگرد ہے۔ جب آپ کوئی چیز کھول کر دیکھتے ہیں کہ وہ کیسے کام کرتی ہے، اسی طرح جب آپ کوئی ماڈل بناتے ہیں یا کوئی نیا طریقہ سوچتے ہیں تو خود آپ کی حیثیت ایک موجد کی ہوتی ہے۔

اختتامیہ

دنیا کی ترقی کا راز اختراعات میں چھپا ہے۔ جو قومیں علم اور ایجاد میں آگے ہیں، وہی دنیا میں ترقی کر رہی ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم سائنس پڑھیں، تجسس پیدا کریں اور نئی چیزیں ایجاد کرنے کی کوشش کریں۔

یاد رکھیں، ایجاد و اختراع کی دنیا وہ دنیا ہے جو کبھی نہیں رکتی۔

■

Arbaaz Ahmad
Teacher, Islamia High School &
Junior College
Mominpura, Nagpur (Maharashtra)
Mob.: 8983356571
arbaazahmad2602@gmail.com

جاوید احمد سعیدی کامٹوی

آلودگی (Pollution)

سائنسی و تکنیکی ترقی نے سماج کے چہرے مہرے کو بدل دیا ہے۔ اندازِ فکر، رہن سہن اور خورد و نوش ہر شعبۂ حیات میں خوشگوار تبدیلی دیکھی گئی۔ تیزی سے شہر آباد ہونے کے عمل نے ایک قدرتی ماحول کے بجائے مصنوعی ماحول کو جنم دیا ہے جس کی مار خود انسانوں کو جھیلنی پڑی۔ قدرت کے شاہکار جیسے ندی، دریا، جنگلات، پہاڑ وغیرہ انسانوں کو فائدہ پہنچاتے تھے مگر انسانی ہوس نے ان سے ضرورت سے زائد فیض حاصل کرنے کے چکر میں بلکہ استحصال کے نتیجے میں ان میں تبدیلیاں پیدا کیں اور اس طرح قدرت میں دخل اندازی کی۔ اس کا نتیجہ انسانوں کو بھگتنا پڑا۔ قدرت نے ہر چیز میں ایک توازن قائم رکھا تھا مگر انسانوں نے اپنے فائدے کے لیے ان سب میں تبدیلیاں پیدا کیں اور اس طرح فطری توازن بگڑ گیا۔ اس کی اہم مثال پچھلے سال اتراکھنڈ میں ہونے والی زبردست تباہی ہے۔ اس علاقے میں سیاحت کو فروغ دینے کے لیے قدرت میں مداخلت کی گئی۔ سڑکوں، راستوں کی تعمیر، سیاحی مراکز (خصوصاً رہائشی ہوٹلوں) کی تعمیر، کان کنی، راستوں کے لیے چٹانوں کو برابر کیا جانا، ان میں بارودی سرنگوں کا لگایا جانا، جنگلات کی صفائی جس سے درختوں کی بڑی تعداد ختم ہوگئی، ندیوں کے رخ کو تبدیل کیا جانا، پلوں وغیرہ کی تعمیر اور سب سے خاص یہ کہ ہزاروں سیاحوں کی آمد نے قدرتی توازن کو متزلزل کر کے رکھ دیا۔ اس طرح بادل کے پھٹنے، زبردست بارش اور پھر طغیانی کے نتیجے میں بے پناہ بربادی کے منظر نے سب کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ جانی اور مالی نقصان نے ماہرین ماحولیات کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ قدرت سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے۔ یہی اتراکھنڈ کے سانحہ کا سبق ہے۔

مختلف قسم کی آلودگی کے نتائج سے ہم کسی حد تک واقف تھے، مگر اتراکھنڈ نے آلودگی اور انسانی سرگرمیوں کے رول کو اجاگر کردیا ہے۔ ان میں سے ایک اہم تبدیلی اشیا کا آلودہ ہوجانا ہے۔ ہوا، پانی جو قدرت کے مفت عطیات تھے انسانی کارستانیوں کے نتیجے میں پراگندہ ہوگئے اور آج ہوائی آلودگی، پانی کی آلودگی اپنے عروج پر ہے۔ اس کے علاوہ غذائی آلودگی اور آواز کی آلودگی سے بھی انسان پریشان ہے۔ ان آلودگیوں نے کئی مسائل کو جنم دیا اور انسانی زندگی سے امن وسکون رخصت ہوگئے۔

پانی کی آلودگی آج ایک خطرناک شکل اختیار کرچکی ہے۔ پانی کی ضرورت پینے نہانے، پکانے، برتن کی صفائی، کھانا پکانے اور آب پاشی میں ہوتی ہے۔ یعنی جانوروں اور پودوں کو بھی پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ صاف اور میٹھے پانی کے ذخیرے دنیا میں محدود ہیں۔ اس کے علاوہ ندی، نالے یا زمینی پانی یہ سب انسانی سرگرمیوں کے نتیجے میں آلودہ ہوچکے ہیں۔ ہر سال خشک سالی ایک بڑی مصیبت کی شکل میں ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ پانی اگر ملتا بھی ہے تو یہ یا تو ناکافی ہوتا ہے یا آلودہ ہوتا ہے اور اس آلودہ پانی کے حصول کے لیے کچھ کچھ مقامات پر تو میلوں پیدل چل کر جانا پڑتا ہے۔ یہ ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے کہ قدرت کی اس مفت نعمت کو خریدنا پڑتا ہے۔ دنیا سے میٹھے پانی کے ذخیرے تیزی سے ختم ہوتے جارہے ہیں اور جو بھی ذخائر بچے ہیں ان پر تجارتی کمپنیاں اپنی اجارہ داری قائم کرتی چلی جارہی ہیں۔ اب تو صورتِ حال یہ ہوگئی ہے کہ ایک عام آدمی کو اپنے بجٹ کا ایک حصہ پانی جیسی مفت چیز کے حصول کے لیے مخصوص کردینا پڑتا ہے۔

آلودہ پانی نہ صرف پینے کے لیے مناسب نہیں ہے بلکہ یہ کئی بیماریوں کو دعوت دینے والا ہے۔ آلودہ پانی میں مختلف بیماریوں کے جراثیم آسانی سے پل سکتے ہیں اور یہ براہ راست انسانی جسم میں پہنچ جاتے ہیں۔ صنعتی اکائیوں سے نکلنے والے فضلات بھی اس پانی کو زہرآلود کردیتے ہیں۔ اسی طرح کیمیات (یعنی کھاد اور جراثیم کش ادویات) کے کثیر استعمال سے یہ چیزیں پانی میں جاکر شامل ہوجاتی ہیں۔ جن علاقوں میں تابکار مادے (جیسے کیرالہ وغیرہ میں) پائے جاتے ہیں وہ تو اور زیادہ نقصان کے باعث ہیں اور انسانوں میں کئی خرابیاں پیدا کرتے ہیں۔

آلودہ پانی سے ہیضہ، یرقان، ملیریا، پیٹ کے امراض، سوءِ ہضم کی شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ آلودہ پانی مختلف بیماریوں کے جراثیم کو پھیلانے میں بڑا مددگار ہے۔ پانی کی آلودگی کو ٹالا جاسکتا ہے اور آلودہ پانی سے بچا جاسکتا ہے مگر آلودہ ہوا سے بچنا تقریباً ناممکن ہے۔ اچھی صحت کے لیے ضروری ہے کہ سانس لینے والی ہوا پاک و صاف اور آلودگی سے پاک ہو۔ گندی ہوا سے خون کی صفائی نہیں ہوپائے گی۔ نتیجے میں ہم بیماریوں کے شکار ہوسکتے ہیں۔ کارخانوں، موٹرگاڑیوں سے نکلنے والا دھواں، سگریٹ نوشی وغیرہ سے ہوا آلودہ ہوجاتی ہے۔ ہوا کی آلودگی سے دائمی کھانسی، دمہ، تنفّسی اعضا کی بیماریاں ہوسکتی ہیں۔ سگریٹ و بیڑی نوشی سے ہونے والے نقصانات پہلے بیان کیے جاچکے ہیں۔ اس کے علاوہ گندی ہوا سے سردرد، آشوب چشم، سستی، چکر اور دیگر امراض بھی ہوسکتے ہیں۔ سڑکوں پر کہر کے دھوئیں کے ساتھ مل جانے سے ڈرائیور کی بینائی متاثر ہوتی ہے اور

حادثات بڑھ جاتے یں۔ نئی ایجادوں نے جہاں فائدہ پہنچایا ہے وہاں نقصان بھی پہنچائے ہیں۔ پھلوں، سبزیوں پر پائے جانے والے کیمیائی مادّے جو کہ بطور کھاد اور بطور جراثیم کش اشیا کے استعمال ہوتے ہیں، با آسانی جسم میں پہنچ جاتے ہیں اور بہت سی پیچیدگیوں کو جنم دیتے ہیں۔ پیٹ کی خرابی، سوءِ ہضم، غذا کی سمّیت (فوڈ پوائزننگ) سے بھی بہت سی شکایات پیدا ہوتی ہیں اور بعض اوقات فوری موت بھی ہوسکتی ہے۔

نئی تہذیب کی ایک دین صوتی آلودگی بھی ہے۔ فی زمانہ شور میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ کارخانوں اور مشینوں کی کھٹ کھٹ، سواریوں کا شور اور لاؤڈ اسپیکر، ڈی۔ جے اور ٹی وی کی پرشور آواز سے کان پھٹے جاتے ہیں۔ گھریلو استعمال کے آلات جیسے پنکھے، کولر، گرائنڈنگ مشین، مکسر، ویکیوم کلینر بھی شور پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح بارش، بجلی کڑکنے، طوفان سے بھی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ مسلسل شور سے بہرہ پن، ذہنی تناؤ، دل کی دھڑکن میں اضافہ، بلند فشارِ خون بلکہ پاگل پن کی شکایات پیدا ہوسکتی ہیں۔ سکون زندگی سے غائب ہوگیا ہے۔ ٹی۔ وی، ڈی۔ جے یا تقریبات کے دوران شور کم کرنے کی درخواست عموماً جھگڑوں میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ امتحان کے زمانے میں خاص طور پر طلبہ کو اپنا دھیان مرکوز کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ سمجھداری سے ہی اس کا حل ڈھونڈا جاسکتا ہے۔ ■

ماخذ: ہمارا طرزِ زندگی اور بیماریاں، **مصنف:** ڈاکٹر جاوید احمد سعیدی کامٹوی، **سنہ اشاعت:** 2015
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

الطاف حسین حالی

نظم

میں[1] کسان بنوں گا

میں بڑا ہوں گا جب تو اماں جان — اپنے مقدر[2] بھر بنوں گا کسان
کام جو کرنا چاہو ہے آسان — ہیں یہ آخر کسان بھی انسان
نہیں محنت سے ہوں میں گھبراتا — خالی پھرنا نہیں مجھے بھاتا
ہل چلاؤں گا بیج بوؤں گا — شوق میں کھاؤں گا، نہ سوؤں گا
وقت پر جب کہ غلہ کاٹوں گا — بھائی بہنوں کا حصہ باٹوں گا
اناج[3] سے گھر تمھارا بھر دوں گا — ان سے تم کو نچنت[4] کر دوں گا
چھکڑے بھر بھر کے شہر جاؤں گا — اناج کے بدلے چاندی لاؤں گا
بھس کے انبار یوں لگا دوں گا — گائے بیلوں کو میں چھکا دوں[5] گا
اتنی لایا کروں گا ترکاری — کہ نہ آئے گی پکنے کی باری
الغرض خوب سا کماؤں گا — جو کماؤں گا گھر میں لاؤں گا

کام کوئی نہ پھر رہے گا بند
میں بنا دوں گا تم کو دولت مند

1. بچپن ہی سے بچوں کے دل میں مختلف کام دیکھنے کے بعد ان کو کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے، اس نظم میں شاعر بچوں کی ماں سے باتیں کرنے کو دکھا کر یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہر کام کرنے کے قابل ہے اور اسے کرنا چاہیے جس بچے کو جس کام سے دلچسپی ہو!
2. اپنے بس بھر 3. اناج، غلہ 4. بے فکر 5. چھکا دینا، پیٹ بھر کر کھلا دینا

■

ماخذ: بچوں کے حالی، مرتب: صالحہ عابد حسین، **چوتھا ایڈیشن:** 2025
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

میری اچھی آپا آؤ

میری اچھی آپا آؤ
آؤ میرا جی بہلاؤ
گل گل باتی چنے چپاتی
کہہ کہہ کر تم خوب ہنساؤ
اٹکن بٹکن، دہی چٹاخا
ایسے ایسے کھیل کھلاؤ
میرے لیے بازار سے اپیا
ایک نئی گڑیا منگواؤ
میری اس گڑیا کی خاطر
منا سا گھروا بنواؤ
میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر
خوب نچاؤ خوب کداؤ
منھ اور ہاتھ دھلا کر میرا
صاف نئے کپڑے پہناؤ
منی سی گاڑی میں بٹھا کر
مجھ کو چمن کی سیر کراؤ
سیر سے جب میں واپس آؤں
ایک کہانی مجھ کو سناؤ
پریوں کی پیاری سی کہانی
کہہ کر میرا جی بہلاؤ
پیڑ میں گھر کی انگنائی کے
میرے لیے جھولا ڈلواؤ
پھر اچھی سی لوری دے کر
تم میری نندیا کو بلاؤ
یا نیر کے گیت سہانے
گاؤ گا کر مجھ کو سناؤ

■

ماخذ: منی کے گیت، **شاعر:** شفیع الدین نیر، **پہلی اشاعت:** 2019
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

جیسی مینا ہوتی ہے

انور آفاقی

مینا ہوتی کالی ہے
سب کا دل وہ موہتی ہے
آم کے پیڑ پہ بیٹھ کے وہ
میٹھے گیت سناتی ہے
مینا بولے پیار سے جب
بچھڑا بچہ ڈھونڈتی ہے
بچہ اڑ کر جب آجائے
مینا خوش ہوجاتی ہے
اپنے بچے کو پاکر وہ
پیار بہت ہی جتاتی ہے
چونچ میں بھر کر دانے وہ
بچے کو اپنے کھلاتی ہے
پنکھوں میں بچے کو چھپا کر
میٹھی نیند سلاتی ہے
جب بچہ سو جاتا ہے
مینا جاگتی رہتی ہے
ہوتی ہے ہر ماں ویسی ہی
جیسی مینا ہوتی ہے ■

Anwar Afaqui
Hoda Manzil
Rajtoli Bhigo, P.O: Lalbagh
Darbhanga-846004 (Bihar)
Mob.: 9931016273
anwaraafaqi07@gmail.com

نیک کام

فراق جلال پوری

اسی طرح صبح و شام کرنا
سدا ہی تم نیک کام کرنا
سبھی کو اپنی محبتوں سے!
محبتوں کا غلام کرنا!!
زباں پہ ہو تذکرہ تمھارا
کچھ ایسا دنیا میں کام کرنا
ہے رتبہ ماں باپ کا جو اونچا
تو اس کا تم احترام کرنا
دعائیں اپنے بڑوں کی لے کر
حیات کو شادکام کرنا
کبھی نہ بیکار وقت جائے
کچھ ایسا تم اہتمام کرنا!!
ہو میٹھی بولی سدا زباں پر
فراق جب بھی کلام کرنا ■

Firaq Jalalpuri
Mohalla: Qazipura
Post: Jalalpur
Distt: Ambedkar Nagar- 224149 (UP)
Mob.: 9758772746
mohdnadir575@gmail.com

صاف صفائی

کلیم نوری

نظم

برکتوں کے گلاب کھلتے ہیں
جو بھی رہتا ہے صاف اس گھر میں
خوشبوؤں کے خزانے ملتے ہیں

بات پتے کی ہے یہ بھائی
جس نے رکھی صاف صفائی
اس نے شہرت عزت پائی

سب بڑے بھی یہی بتاتے ہیں
مرتبہ ہے بڑا صفائی کا
سب مذاہب یہی سکھاتے ہیں

یاد کرلو یہ بات تم ازبر
صاف صفائی رکھو گے گر
جنت جیسا مہکے گا گھر

ہے آدھا ایمان صفائی
یہ سرکار کا بھی کہنا ہے
اس پر عمل کرو اے بھائی

صفائی سے ملتی صحت
بات بزرگوں کی سچی ہے
صحت ہے اللہ کی نعمت

صاف ستھری ہوا جب آئے گی
روح خوشبو میں ڈوب جائے گی
ہر کلی دل کی مسکرائے گی

باپو کا بھی تھا یہ سپنا
ہر جانب ہو صاف صفائی
سب سے سندر دیس ہو اپنا

صاف اپنے وطن کو رکھنا ہے
قصد یہ کرلیا ہے ہم سب نے
خوشنما اس چمن کو رکھنا ہے

■

Kaleem Noori Firozabadi
11, Makka Colony, Ramgarh Road
Firozabad - 283203
Mob.: 9149114721
kaleemnoorie42@gmail.com

نظم

محمد توقیر عالم نظمی

جب بھی بولو، سچ ہی بولو

سچے سے مولیٰ کو الفت
جھوٹے سے ہے اس کو نفرت
سچے سے ہو تم کو قربت
جھوٹے سے نفرت ہی نفرت
جھوٹوں سے تم دوری کر لو
جب بھی بولو، سچ ہی بولو

بھول ہوئی جب تم سے کوئی
تختی، کاپی، پنسل کھوئی
غصے میں ہو ساتھی کوئی
جھگڑا ہو یا اَن بَن کوئی
پھر بھی 'سر' سے جھوٹ نہ بولو
جب بھی بولو، سچ ہی بولو

باپ اور ماں کی کرلو خدمت
ان کے قدموں میں ہے جنت
بھائی سے بھائی کو راحت
بچو! الفت میں ہے رحمت
میٹھی بولی بولو
جب بھی بولو، سچ ہی بولو

تجھ سے تیرا رب خوش ہوگا
مالک تیرا حامی ہوگا
سکھ تجھ کو دنیا میں ہوگا
خوش بے حد نظمی بھی ہوگا
باتیں میری موتی سمجھو
جب بھی بولو، سچ ہی بولو

■

Mohd Taqueer Alam Nazmi
At & PO: Belade Aadm,
Via: Dholi
Distt: Vaishali -843114 (Bihar)
Mob.: 9771759436
tauqeeralam846105@gmail.com

پروین بیگم

نظم

بیٹی ہماری

نازک نازک بیٹی ہماری
جی سے پیاری جان سے پیاری
اٹھ کے سویرے بیٹی صفورہ
پڑھتی ہے الحمد کی سورہ
قرأت اس کی ایسی پیاری
خوشی سے جھومیں اس کے قاری
لہجہ بھی ہے بہت ہی پیارا
پڑھواتے ہیں سب دوبارہ
نعت نبیؐ کی ایسے گائے
چھوٹے بڑے کے دل کو بھائے
منہ سے برسیں اس کے پھول
ہم جاتے ہیں ہر غم بھول
ساتھ امی کے رہتی ہے وہ
بات سدا سچ کہتی ہے وہ
سنتی ہوں جب اس کی باتیں
چھوٹی ہوجاتی ہیں راتیں
دادا دادی نانا نانی
سب کہتے ہیں اس کو رانی
اچھلے کودے وہ آنگن میں
جیسے ہرنیں اپنے بن میں
بزرگ اس کو دل سے چاہیں
دیکھ کے اس کو کھول دے بانہیں
لکھے پڑھے وہ اپنی خوشی سے
تبھی تو آگے رہے سبھی سے
اچھی طرح سے لکھ کر پڑھ کر
دعا ہے ایک دن بنے وہ افسر

■

Parveen Begum
Urdu Pandit, Govt Girls High School
Husaini Alam (New) -500064 (Telangana)
Mob.: 9393759059
parveenbegum561@gmail.com

علم

علم کی دولت رکھے ہر آدمی
علم تو سب کے لیے ہے لازمی
کام کوئی علم سے رکتا نہیں
علم ہے تو سر کبھی جھکتا نہیں
علم نے ہم کو سکھایا اتحاد
علم جس کے پاس ہے ہوگا وہ شاد
علم سے ہوتا ہے انساں سرخرو
علم ہی سے ہے خدا کے روبرو
ہم نے جانا علم سے ہے ایک رب
جو ضرورت ہو وہی دیتا ہے سب
علم ہے سب کے لیے شاہ و گدا
یہ نہیں تو زندگی کا کیا مزہ
علم کی محنت نہ جائے رائیگاں
علم کی دولت ہے اوپر سائباں
علم سے ہیں ڈاکٹر انجینئر
علم سے آسان ہے ہر رہ گزر
ہے خدا سے دل سے میری یہ دعا
علم کی دولت کرے سب کو عطا

■

Azra Khatoon W/o Anis Ahmad
Hasan Makkha Sani
Mau Nath Bhanjan -275101 (UP)
Mob.: 8303340296
kashifaanis@gmail.com

عربینہ رفعت

نظم

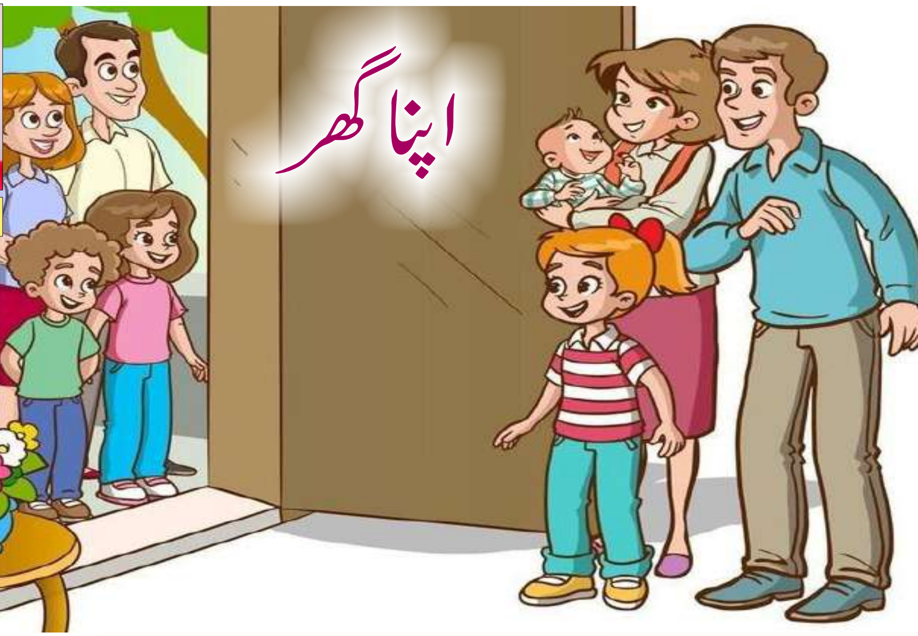

اپنا گھر

ہمیں لگتا ہے اپنا گھر سب سے پیارا
اسے رکھنا ہر دم سلامت خدا را

در و بام اس کے بہت یاد آئیں
کسی اور کے گھر نہ ہم چین پائیں
سکوں ہم کو دیتی ہیں اس کی فضائیں
کہیں بھی اگر جائیں گھر لوٹ آئیں
ہمیں لگتا ہے اپنا گھر سب سے پیارا

یہی سوچ کر شام تک آگئے گھر
ہمیں نیند آئے گی کیسے کہیں پر
لگا لے ہماری جگہ کوئی بستر
اٹھا لیتے ہیں گھر کو رو رو کے سر پر
ہمیں لگتا ہے اپنا گھر سب سے پیارا

چھپاتا ہے دن رات جو اپنے سر کو
خوشی بخشتا ہے جو قلب و جگر کو
بناتے ہیں محنت سے دیوار و در کو
بڑے پیار سے ہم سجاتے ہیں گھر کو
ہمیں لگتا ہے اپنا گھر سب سے پیارا

زمیں آسماں کہکشاں چاند تارے
کہیں گھر سے بہتر جگہ ہی نہیں ہے
ملے خوب آرام گھر آ کے اپنے
اسی واسطے ہم یہ کہتے ہیں سب سے
ہمیں لگتا ہے اپنا گھر سب سے پیارا

■

Arbeena Rifat
Taj Bag, Ansar Nagar
Burhanpur - 450331 (MP)
Mob.: 9303280895
arhamvajahat81@gmail.com

مصنف: گووند شرما   ترجمہ: اسما انصاری

مقدمہ ہوا اور پانی کا

کردار: بادشاہ، وزیراعظم، رعایا کا نمائندہ، ہوا، پانی اور چندلوگ۔

منظر: عالی شان دربار، تخت پر بادشاہ، اطراف میں وزیر، درباری موجود، رعایا ہجوم کی صورت میں حاضر ہے۔ دربار میں خاموشی چھائی ہے۔(سناٹے میں بادشاہ کی آواز بلند ہوتی ہے)

بادشاہ: (رعب دار آواز میں) کہو، اے میری رعایا! آج کس فریاد کے ساتھ میرے دربار میں آئے ہو؟

رعایا کا نمائندہ: حضور! ہم دو نعمتوں کی شکایت لے کر آئے ہیں جو کبھی رحمت تھیں مگر اب ہمارے لیے زحمت بن گئی ہیں— ہوا اور پانی۔

بادشاہ: کس طرح؟ صاف صاف بتاؤ، کون سی شکایتیں ہیں؟

نمائندہ: بادشاہ سلامت! ہوا کبھی زہر بن کر ہمارے سینوں کو جلا دیتی ہے تو کبھی طوفان اٹھا کر سب کچھ تہس نہس کر دیتی ہے اور پانی! کبھی خشک سالی میں ہم سے روٹھ جاتا ہے اور کبھی سیلاب بن کر ہماری بستیاں ڈبو دیتا ہے۔

بادشاہ: وزیراعظم! ہوا اور پانی کو فوراً دربار میں حاضر کیا

جائے۔آج ہم ان کا حساب لیں گے۔

(نقیب بلند آواز میں اعلان کرتا ہے۔دربار میں ہلکی سی ہلچل، پھر دروازے کھلتے ہیں۔پہلے پانی داخل ہوتا ہے؛ سفید لباس بھیگا ہوا۔ چہرے پر غصے اور سنجیدگی کے ملے جلے تاثرات، آنکھوں میں آنسو کی نمی۔)

بادشاہ: پانی! یہ لوگ تمھارے خلاف فریاد لے کر آئے ہیں۔ انھیں تم سے بہت ساری شکایتیں ہیں۔اگر یہ سچ ثابت ہوئیں تو تمھیں ملک کے قانون کے مطابق سخت سزا دی جائے گی۔تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟

پانی: حضور۔! مجھے نہیں معلوم یہ لوگ مجھ سے کیوں ناراض ہیں جبکہ میں تو انتہائی صاف وشفاف ہوں، میں تو زندگی کا بنیادی ستون ہوں۔

نمائندہ: جہاں پناہ! پہلی شکایت تو یہی ہے کہ پانی اب پہلے جیسا صاف وشفاف نہیں رہا بلکہ آلودہ ہوگیا ہے اور بیماریاں پھیلا رہا ہے۔

پانی: حضور! میں خود شفاف اور بے رنگ ہوں، یہی لوگ مجھے آلودہ کرتے ہیں۔ مردہ جانور، گھریلو فضلہ اور کارخانوں کی زہریلی نالیاں ندیوں کو گندا کر دیتی ہیں۔ میں جب گندے راستوں سے گزرتا ہوں تو بیجوں، کھیتوں اور لوگوں تک زہر پہنچ جاتا ہے۔

ایک آدمی: اچھا! اور کہیں برسنا اور کہیں نا برسنا یہ تو تمھاری اپنی من مانی ہے نا۔

پانی: جہاں پناہ! اس میں میری مرضی نہیں چلتی جہاں ماحول سازگار ہوتا ہے وہاں مجھے جانا ہی پڑتا ہے۔ پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر سپاٹ میدان اور پکی سڑکیں بنا دی ہیں، انتہائی بے دردی سے جنگلات کا صفایا کیا جارہا ہے۔تو بتائیے ایسی جگہ برسات کیسے ہوسکتی ہے؟

دوسرا آدمی: حضور! ہمارا گاؤں صدیوں سے اونچی جگہ پر تھا، پھر بھی اس سال سیلاب نے ہمیں چھو لیا۔ ہم نے احتیاط کی تھی— پھر یہ تباہی کیسے ہوئی؟

پانی: اور یہ بھی سچ ہے کہ جہاں انسانوں نے پہاڑ، جنگلات اور قدرتی نہریں بدل دی ہیں، وہاں میرا بہاؤ متاثر ہوتا ہے۔ درخت جو تیزی کو روکتے تھے، کاٹ دیے گئے؛ راستے پختہ کر دیے گئے؛ ندیوں کے کناروں کو توڑ دیا گیا— اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب بارش ہوتی ہے تو پانی جلدی جمع ہو کر سیلاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

تیسرا آدمی: تم بدمست ہاتھی کی طرح آنکھیں بند کیے چلے آتے ہو۔

پانی: میں اندھا دھند نہیں آتا۔ پہلے میں درختوں کے بیچ سے دھیرے دھیرے اترتا تھا؛ آج درخت کٹ چکے ہیں، زمین سخت ہوگئی ہے، پانی تیز رفتاری سے لڑھکتا آیا اور بستیوں میں گھس گیا۔اگر وقتاً فوقتاً ندیوں کی صفائی ہو، برف و بارش کے راستے محفوظ رہیں — نقصان کم ہوگا۔ یہ تمھاری غلطیوں کا نتیجہ ہے۔

بادشاہ: (سخت لہجے میں) کسی کو پانی کی باتوں سے اعتراض ہے؟ کوئی جواب ہے کسی کے پاس؟

(خاموشی، کوئی کچھ نہیں بولتا۔)

بادشاہ: ہوا کو حاضر کیا جائے۔

(پھر دروازہ کھلتا ہے، ہوا داخل ہوتی ہے — ہلکی مگر اپنی موجودگی کا احساس دینے والی۔ اس کے ساتھ ایک نرم سی خوشبو اور پھر وہی بو جو غور کرنے پر

کڑوی محسوس ہوتی ہے۔)

بادشاہ: ہوا! یہ لوگ تمھارے خلاف شکایت لے کر آئے ہیں؛ تمہارا کیا کہنا ہے؟

ہوا: حضور! میں تو سب کو زندگی بخشتی ہوں، پھر یہ رعایا میرے خلاف کیوں کھڑی ہے؟

رعایا: (ایک ساتھ شور مچاتے ہوئے) تم ہی تو زہریلی ہوگئی ہو! دھواں، گرد وغبار، کارخانوں کی بدبو، سب کچھ اپنے دامن میں بھر کر ہمیں مریض بنا رہی ہو۔

ہوا: یہ الزام سراسر غلط ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں زہریلی ہوگئی ہوں جب کہ انسانوں نے ہی مجھے آلودہ کیا ہے۔ فیکٹریوں کا دھواں، گاڑیوں کی بدبو، کھلے کوڑے کے ڈھیر، زہریلے کیمیکلز — یہ سب میرے ساتھ مل کر بدبو اور بیماری پھیلاتے ہیں، اور پھر مجھے قصوروار ٹھہرا دیتے ہیں۔

رعایا: ہمیں کھانسی، بخار اور سانس کی بیماریوں نے گھیر رکھا ہے؛ بچوں کا سانس رکتا ہے۔

ہوا: میں کہتی رہی: صفائی رکھو، گندگی ٹھکانے لگاؤ، اپنی نالیاں صاف کرو، مگر کسی نے سنجیدگی نہیں دکھائی۔ پلاسٹک کی تھیلیاں اور گندا پانی میرے ساتھ اڑ کر دور دور پہنچ جاتا ہے۔ فصلیں برباد ہوتی ہیں، مویشی بیمار ہوتے ہیں، لوگ بیمار پڑتے ہیں۔ اس سب سے میرا بھی دل دکھتا ہے۔

نمائندہ: مگر جب تم طوفانی یا تیز چلتی ہو تو سب کچھ بکھر جاتا ہے۔ ہماری آنکھوں میں دھول مٹی ڈالتی ہو تو کیا اس کے لیے ہم تمھیں دعوت نامہ دیتے ہیں؟

ہوا: میں دعوت کی محتاج نہیں۔ میری گردش قدرت کا حصہ ہے۔ مگر جب تم زمین کو بدل ڈالتے ہو، پہاڑ تراشتے ہو، کچی وادیوں میں سڑکیں بناتے ہو اور ندیوں کے راستے بند کرتے ہو، تو میری راہ میں بلاواسطہ رکاوٹیں آجاتی ہیں؛ میرے ساتھ اٹھنے والا کوڑا اور ریت اسی وقت تمھارے گھروں پر وار کرتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو لو میں چلنا بند کر دیتی ہوں۔

(ہوا ایک پل کے لیے رک جاتی ہے؛ دربار میں گھٹن اور تشویش محسوس ہوتی ہے۔)

وزیر اعظم: (ہمدردی سے) ہوا رانی، ہلکی ہلکی تو چلو — لوگ سانس نہیں لے پا رہے۔ (ہوا آہستہ آہستہ بہنے لگتی ہے۔)

ایک عورت: جہاں پناہ! ہم اپنے گھروں کو صاف رکھتے ہیں، باہر کوڑا نہیں پھیلاتے، پھر بھی آندھی ہماری دہلیز پر کوڑا پھینک دیتی ہے۔

ہوا: آندھی دراصل میری تیز رفتار کا نام ہے۔ جب لوگ کوڑا کھلی جگہوں پر رکھتے ہیں یا پلاسٹک پھینکتے ہیں، وہ میرے ساتھ اڑ کر واپس آتا ہے۔ وہی فضلہ کھیتوں تک جاتا ہے اور فصلوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی — میں بس وہی لوٹاتی ہوں جو تم نے پھیلایا ہے۔

(دربار میں گہری خاموشی۔ بادشاہ مخاطب ہو کر اٹھتا ہے؛ آواز میں سنجیدگی اور درد دونوں ہیں۔)

بادشاہ: (اونچی اور فیصلہ کن آواز میں) میں نے ساری باتیں غور سے سن لیں۔ ہوا اور پانی ہماری نعمتیں ہیں — دشمن نہیں۔ ہم نے خود ان کی فطرت بگاڑ دی ہے، زمین کا توازن بگاڑ کر قدرت کی امانتیں لوٹی

ہیں۔ قصوروار ہوا اور پانی نہیں بلکہ ہم خود ہیں۔

اب سے حکم ہے: درختوں کی کٹائی روکی جائے، جنگلات کی بحالی کی جائے؛ دریا اور ندیوں کو آلودہ کرنے والوں کے خلاف سخت قانون نافذ ہوگا؛ فیکٹری کی نالیوں کی مانیٹرنگ اور صفائی کو لازم کیا جائے گا؛ صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھا جائے گا؛ جو کوئی ہوا یا پانی کو جان بوجھ کر نقصان پہنچائے گا وہ ریاست کا سب سے بڑا مجرم ہوگا۔

(دربار میں خوشی اور تاثر کا ملا جلا شور اٹھتا ہے۔ لوگ تالیاں بجاتے ہیں، درباری خوش دلی سے نعرے لگاتے ہیں: ''بادشاہ سلامت زندہ باد!'')

بادشاہ: یاد رکھو، قدرت ہماری دشمن نہیں، ہماری دوست ہے۔ اگر ہم اسے بچائیں گے تو ہی ہماری آنے والی نسلیں سلامت رہیں گی۔

پانی اور ہوا دونوں مسکرا کر بادشاہ کو سلام کرتے ہیں؛ رعایا دل میں مثبت جذبات لیے واپس لوٹتی ہے—یہ وعدہ لیے کہ وہ صفائی، درختوں کی حفاظت کا اعادہ کریں گے۔ پردہ گرتا ہے۔

■

Asma Ansari
Ghar No: 16, Survey No: 374, Madeena Park
Masjid Masood ke Pass, Firdaus Nagar
Dhule - 424001 (Maharashtra)
Mob.: 7249868807
ansariasmara13@gmail.com

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں 'بچوں کی دنیا' کا رکی سالانہ خریدار بننا چاہتا رچاہتی ہوں۔

145 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر.. بتاریخ..

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرتعاون سالانہ -/145 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: CNRB0019009

میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

Email.: magazines@ncpul.in , فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159

دستخط

محمد امین

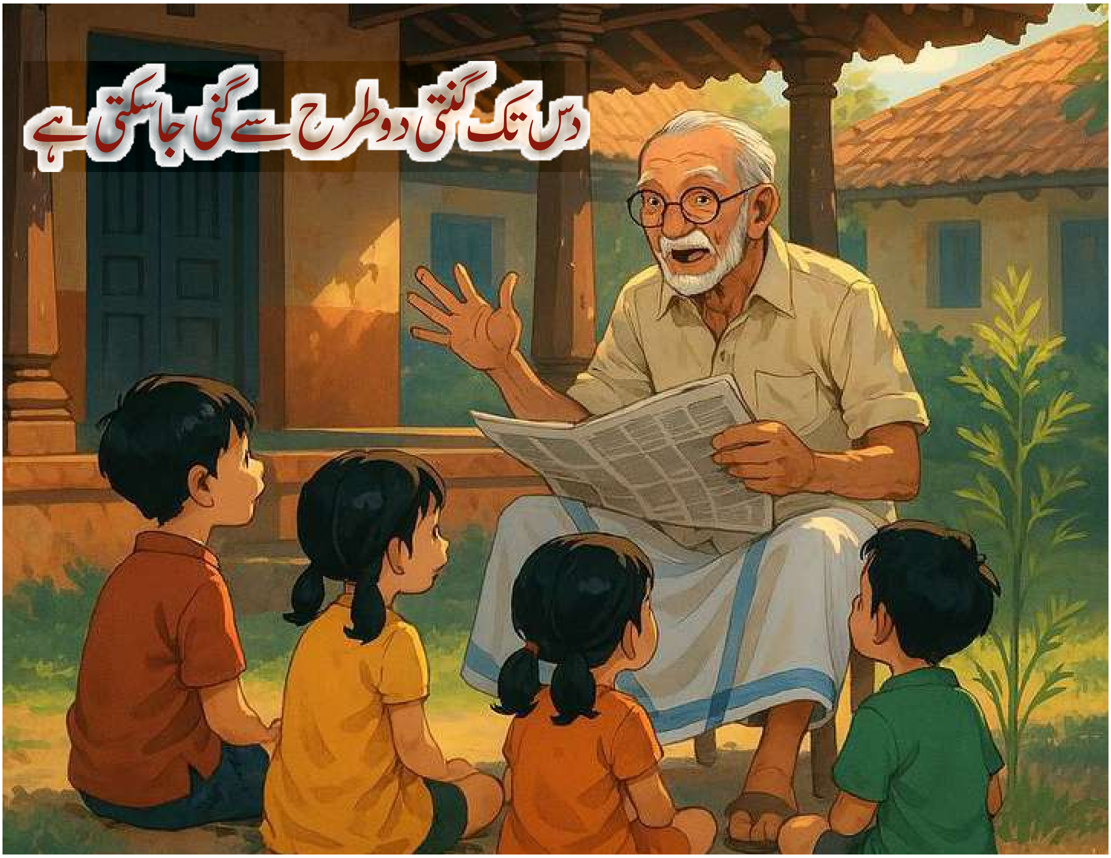

کہانی

"**بوڑھے دادا** تنکو آ گئے ہیں جو بڑی عمدہ عمدہ کہانیاں سناتے ہیں۔"

سوڈان کے گاؤں میں جو کہ جنوب کی طرف واقع تھا یہ خبر بڑی تیزی سے گرم ہوگئی۔ مرد، عورتیں اور بچے جوق در جوق آنے لگے اور پنچایت گھر میں بیٹھنے لگے۔ گاؤں میں دادا تنکو کو سب جانتے تھے۔ اُن کی کہانی میں جو مزہ تھا وہ بھلا کسی اور کی کہانی میں کہاں۔ اس لیے جب بھی وہ ادھر آتے ہر ایک ان کو خوش آمدید کہتا اور ہاتھ بڑھا کر استقبال کرتا۔

اس دن آؤ بھگت کے لیے تنکو دادا کے سامنے سوپ بھرے پیالے پیش کیے گئے۔ جب کھا پی کر وہ سیر ہو گئے تو انھوں نے کہا "آج میں تمھیں پرانے زمانے کی ایک عجیب کہانی سناؤں گا۔"

انھوں نے اپنے سفید جیسے لباس کو درست کیا اور آلتی پالتی مار کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اپنے پاس ایک ڈھولک بھی رکھ لی اور پھر اپنی بھوری بھوری انگلیوں سے اسے تھپتھپاتے ہوئے انھوں نے کہا یہ کہانی جو میں تمھیں سنانے جا رہا ہوں اسے میں نے اپنے دادا سے سنی تھی۔ اُن کو بھی اپنے زمانے میں کہانیاں سنانے کا شوق تھا۔"

گاؤں کے مکھیا نے کہا "تنکو دادا یہ کہانی جو آپ سنانے جا رہے ہیں اس سے ہم کیا سبق سیکھیں گے؟"

"اس کا سبق یہ ہے کہ دس تک گنتی کئی طریقوں سے

گنی جاسکتی ہے۔اس سے تم کو یہ بھی پتہ چلے گا کہ اگر تم ٹھیک بات بتادو یا ذہانت کا ثبوت دو تو ہوسکتا ہے کہ تمھاری شادی بادشاہ کی لڑکی یعنی ایک شہزادی سے ہو جائے۔ظاہر ہے پھر تو تم مالا مال ہو جاؤ گے۔‘‘

یہ سن کر سب نے سر ہلایا۔’’بہر حال کہانی اچھی ہے‘‘اب ہر ایک خاموش تھا اور انتظار میں بیٹھا تھا کہ کب تنکو دادا کہانی سُنا ئیں گے۔

چھوٹی ڈھولک جو دادا تنکو کے زانو پر تھی دھیرے دھیرے بجنے لگی۔اور تنکو دادا نے اپنی میٹھی آواز میں کہانی شروع کی:

یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ سارے جانوروں میں اتحاد تھا۔ان میں نہ کسی قسم کا بھید بھاؤ اور نہ رنگ وروپ کا فرق۔شکلیں اور جسامت ان کی البتہ الگ الگ تھیں جیسے کہ آج کل بھی بھانت بھانت کے جانور ملتے ہیں لیکن آپس میں ان کی دوستی تھی اور سب میل جول کے ساتھ امن وامان سے رہتے تھے۔آدمیوں کی طرح ایک ٹولی کے جانور دوسری ٹولی کے جانوروں کے خاندان میں شادی کرتے تھے اور کمال تو یہ ہے کہ ہماری تمھاری طرح جانور آپس میں بات چیت کر سکتے تھے۔

اتحاد، اتفاق اور میل جول ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا ایک راجہ بھی ہوتا تھا جوان کے اوپر راج کرتا تھا۔

اس کہانی کے اندر چیتا جنگل کا راجہ تھا۔ وہ بہت امیر تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا طاقتور بھی تھا اور اسی لیے دوسرے جانور اس سے ڈرتے تھے اور اس کا حکم بجالاتے تھے۔

راجہ چیتے نے ایک دن اپنی سندر لڑکی سے کہا ’’میرے مرنے کے بعد میرا وارث کون ہوگا؟ جلد سے جلد مجھے کسی نہ کسی کو چن لینا چاہیے جو اتنا عقل مند ہو کہ اپنی چالاکی سے وہ جنگل میں راج پاٹ کا کام خوش اسلوبی سے انجام دے سکے۔کوشش کر کے میں اسے شہزادہ یا کراؤن پرنس بناؤں گا۔ اس سے پھر تمھاری شادی رچائی جائے گی اور میرے لیے وہ ایک عزیز ترین پسر بن جائے گا۔‘‘

راجہ چیتے کو اپنا یہ خیال پسند آیا اور جلدی ہی اس نے ایک شاندار دعوت کا انتظام کیا۔شاہی ڈھولک کی آواز سے سب کو خبر کر دی گئی۔ دور دور سے جنگل کے سارے جانور کھنچ کھنچ کر چلے آئے۔

کھانے کی چیزیں ایک سے ایک عمدہ تھیں۔شربت اور دوسرے مشروب کی بھی سبیل چل رہی تھی۔ باجے کے ساتھ ساتھ سارے مہمان تین دن تک ناچتے اور گاتے رہے۔جشن راجہ کے شایان شان تھا اور سارے جانور بے حد خوش اور مطمئن تھے۔

آخر کار راجہ نے سب کو دائرے میں بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ بیچ میں راجہ اور اس کی لڑکی۔اس کے بعد گرج کر اس نے کہا:

دوستو! غور سے سنو۔تم یہ جانتے ہو کہ ایک نہ ایک دن میں مرجاؤں گا۔اس لیے کوئی دوسرا راجہ میری جگہ حکومت کرے گا، راجہ بنانے کے لیے مجھے تمھیں میں سے ایک کو چننا ہے تا کہ وہ حکومت کرنے کے راز کو سیکھ سکے۔‘‘

چاروں طرف بھیڑ میں ایک کھلبلی مچ گئی۔راجہ کو حکم دینا پڑا کہ سب خاموش رہیں۔

’’تم میں جو سب سے چالاک ہے میں اسی کو چنوں

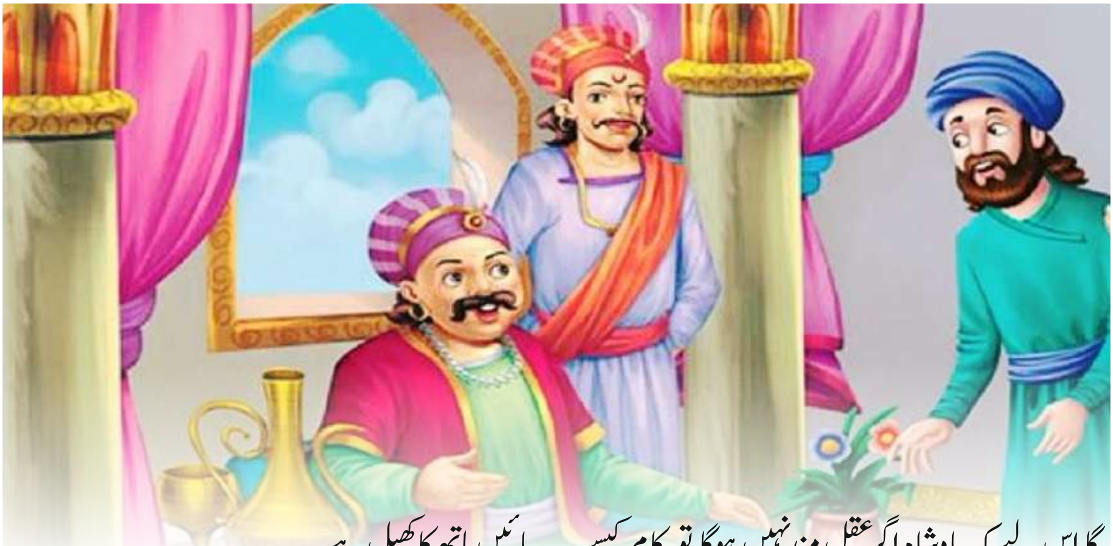

گا اس لیے کہ بادشاہ اگر عقل مند نہیں ہوگا تو کام کیسے چلے گا۔ پھر اسے میں شہزادہ یا کراؤن پرنس قرار دوں گا۔ اور اسے اپنا لڑکا سمجھوں گا۔ جلد ہی میری پیاری اور چہیتی لڑکی کا وہ شوہر بنے گا۔ رفتہ رفتہ میری ساری دولت کا وہ مالک بن جائے گا اور جب میں مر جاؤں گا تو وہ میری جگہ تمھارا راجہ بن جائے گا۔

مہمانوں کے جم غفیر سے آوازیں آنے لگیں۔ ہر ایک کو یہ توقع تھی کہ قسمت اور دولت اس کے ہاتھ لگے گی۔

راجہ چیتے نے اپنا بلم اٹھا کر کہا ”دیکھو! اسے غور سے دیکھو۔“ اسے پھر اس نے ہوا میں کافی اونچائی تک اچھال دیا۔

”اسی بلّم سے میں تمھیں آزماؤں گا۔ جس کو شہزادہ یا کراؤن پرنس بننا ہے اسے اس بلم کو آسمان کی طرف پھینکنا ہے۔ بلم پھینکنے کے بعد وہ دس تک گنتی گنے کا، قبل اس کے کہ بلم زمین پر واپس آجائے۔“

اس کے بعد سارے جانوروں میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ہر ایک نے سوچا بھلا اس میں کیا رکھا ہے۔ یہ تو بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

باری باری سے ہر ایک نے آ کر قسمت آزمایا۔ جو بھی آتا پہلے راجہ اور اس کی لڑکی کے سامنے خوشی سے ناچتا۔ پھر وہ جھوم جھوم کر ایک گانا گا کر سناتا جس کے ذریعے وہ بتانے کی کوشش کرتا کہ راجہ بننے کے بعد وہ کیسے حکومت کرے گا۔

سب سے پہلے ہاتھی آگے بڑھا۔ اس میں شک نہیں کہ طاقت میں اس کا کوئی جواب نہیں اور سارے جانوروں کو وہ ایک ہی سانس میں باہر پھینک سکتا تھا۔

اس نے سوچا ”یہ بڑی اچھی بات ہے کہ مجھے سب سے پہلے موقع دیا گیا۔ بلم پھینکنا معمولی بات ہے۔ میں کیا یہ تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔“

ہاتھی نے سب سے پہلے ناچ دکھایا جو بڑا ہی بھدا تھا۔ جسم بھاری تھا۔ ظاہر ہے اس کے ناچ میں بھلا کیا کشش ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد اپنا سونڈ اوپر اٹھا کر وہ چنگھاڑا اور اس نے تعریف کے پل باندھ دیے کہ شہزادہ بننے کے بعد وہ کیا کیا کارنامے انجام دے گا۔

پھر اس نے بلم اٹھا کر او پر زور سے پھینکا۔ اس نے پھر ''ایک، دو، تین'' گننا شروع کیا اتنے میں راجہ کا بلّم نیچے گر گیا۔ ہاتھی کا گھمنڈ ٹوٹ گیا اور شرم سے اس نے اپنا سر اتنا جھکا لیا کہ اس کی سونڈ زمین کو چھونے لگی۔ اسے احساس ہو گیا کہ وہ نا کام رہا۔

اب جنگلی سانڈ کی باری تھی۔ اس کی سینگ سے ہر ایک کو ڈر لگتا تھا۔

آتے ہی اس نے ناچنا شروع کر دیا اور زمین اور آسمان کے قلابے ملا کر اس نے کہا میں اس بلم کو سورج تک پھینک دوں گا۔ اس کے بعد میں راجہ کی لڑکی کا لائق شوہر بن کر راج پاٹ کروں گا۔''

اس نے بلم کو منہ میں پکڑ لیا۔ سر ہلا کر پھر اس نے بڑے زور سے اپنی چوڑی اور نوکیلی سینگوں کے اوپر پوری طاقت سے پھینکا۔

''ایک، دو، تین، چار:: سانڈ نے جلدی جلدی چار تک گن ڈالے اور وہ ہاتھی سے تیز نکلا لیکن بہر حال اس میں بھی پھرتی کی کمی تھی۔ قبل اس کے کہ وہ 'پانچ' کہے بلم زمین پر آ چکا تھا۔ اپنی شکست پر اسے بھی شرم آئی اور خاموشی کے ساتھ وہ گھنے جنگلوں میں غائب ہو گیا۔

چم پینزی تیسرا جانور تھا۔ خوشی میں وہ بھی اچھلتا کودتا رہا اور اس کی کود پھاند دیکھ کر چیتے کی لڑکی خوب ہنسی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سینے کو پیٹا۔ اور لَے کے ساتھ گا گا کر اس نے بتایا کہ چیتے کی جگہ لینے کا اسے کتنا شوق ہے۔

پھر وہ پچھلے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ انسان کی طرح بلم کو اس نے ایک ہاتھ میں تھام لیا۔ اس نے نہایت تیزی کے ساتھ اپنا لمبا باز و گھمایا اور بلم کو زور سے اچھال دیا۔

''ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات'' تیزی سے وہ گنتا رہا۔ دوسرے جانور ہکا بکا رہ گئے۔ اگر زبان کی تیزی کا امتحان ہوتا تو یقیناً چم پینزی جیت سکتا تھا۔

لیکن وہ جیت نہ سکا۔ بہ مشکل وہ 'آٹھ' بھی نہیں کہنے پایا تھا کہ بلم دوبارہ اس کے ہاتھ میں واپس آ گیا۔

اسی طرح یکے بعد دیگرے دوسرے جانوروں نے دس تک گنتی گنے کی کوشش کی جب کہ بلم ہوا میں معلق رہتا۔ مگر کامیابی کسی کی قسمت میں نہیں تھی۔

راجہ نے کہا افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں کوئی نہیں ہے۔ مجھے کہیں اور سے شاہزادہ ڈھونڈھنا پڑے گا۔''

بھیڑ میں سے ایک ہرن باہر آیا۔

ہاتھی، سانڈ، یہاں تک کہ چم پینزی کے سامنے ہرن چھوٹا اور کچھ نحیف سا معلوم ہوتا تھا۔ اس کی ٹانگیں لمبی تھیں۔ لیکن پتلی پتلی سی اور شک ہوتا تھا کہ اس کا اوپر کا دھڑ ان پر کیسے ٹکا ہوا ہے۔ البتہ خاص بات یہ تھی کہ ہرن ہوشیار تھا۔ اس نے بہادری سے کہا: ''اے راجہ: کیا مجھے بلم اچھالنے کی اجازت ہے؟ میرا بھی ارمان ہے کہ میں تمھاری لڑکی سے شادی کر کے شہزادہ بن جاؤں گا۔''

ہو ہو ہو ہی ہی ہی۔ دوسرے جانوروں نے ٹھٹھا مار کر اس کا مذاق اڑایا اور پھبتیاں کستے ہوئے انھوں نے کہا ''ایسا کمزور جانور بھلا راجہ کا بلم کیا پھینک سکتا ہے اور دس تک گنتی گننے کا سوال ہی نہیں ہے۔

ہرن کا ارادہ اٹل تھا۔ وہ ہمت نہیں ہارا۔ اس نے اصرار کیا۔ ''میں کوشش کرنا چاہتا ہوں۔''

راجہ چیتے نے سر ہلا دیا۔ آخیر اس نے سب سے وعدہ کیا تھا کہ قسمت آزمانے کا ہر ایک کو موقع ملے گا۔

راجہ نے مجمع سے کہا ''اسے بھی ہمت سے کام لینے دو۔ کیا پتہ کہ وہ بلم پھینک ہی دے۔'' سب خاموش ہو کر انتظار کرنے لگے۔

ہرن سامنے آیا۔ اپنی پہلی ٹانگوں کو ہلا کر اس نے ناچ دکھایا۔ راجہ کی لڑکی خوشی میں جھوم گئی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے قدم ٹھیک تھے۔ ہاتھی یا سانڈ یا چمپینزی کے قدم سے کہیں بہتر۔

اس کے بعد ہرن نے بلم پھینکا۔ سر ہلا کر اس نے دور اوپر ہوا میں اچھال دیا۔ زمین پر گرنے سے پہلے چالاک جانور نے دو الفاظ زبان سے نکالے ''پانچ، دس'' پھر اس نے چیخ کر کہا۔ ''میں نے دس تک گن دیا۔ راجہ نے یہ تو کہا نہیں تھا کہ گنتی کیسے گننی ہے۔''

چیتے کو ہنسی آ گئی۔ شاہانہ انداز میں اس نے سر ہلایا۔ ہامی بھری۔ صحیح ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ دس تک کیسے گنا جائے۔ اور جیسا کہ ہر ایک جانتا ہے کہ پانچ اور ایک دونوں طرح سے گنا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہرن بازی جیت گیا۔ اس نے یہ ثابت کر دکھایا کہ تم میں وہی سب سے ہوشیار اور عقل مند ہے۔ میری لڑکی کی اب اسی سے شادی ہوگی اور میرے مرنے کے بعد وہی راجہ ہوگا۔

دوسرے جانور بدھو بنے ہرن کو دیکھتے رہ گئے۔ ان کی سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا کہ آخیر ہوا کیا۔ اگرچہ احساس ان کو بھی تھا کہ ہرن نے چیتے کو مات دے دی۔ راجہ چیتے نے جو شادی کی دعوت دی تو ہر ایک نے نئے شہزادے کو مبارک باد دی۔ دادا تنکو نے کہانی ختم کر کے ڈھولک نیچے رکھتے ہوئے کہا ''تو بچو! یاد رکھو اور اسے گرہ میں باندھ لو کہ سب سے بھاری، سب سے مضبوط ہونا کچھ اچھا نہیں۔ اصل بات اور گھر کی بات یہ ہے کہ جو سب سے چالاک ہوتا ہے زندگی کی تگ و دو میں یا جد و جہد میں وہی زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔''

■

ماخذ: سوڈان کی مزے دار کہانیاں، **مصنف**: محمد امین
تیسری طباعت: 2009
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

جواب

1	71%	2	اٹھارہویں صدی کے	3	آرگن (Argon)	4	ارجنٹینا
5	اسپوتنک 1	6	ایشیا	7	پنجابی	8	منشی پریم چند
9	1998	10	Aorta	11	پانچ	12	Stethoscope
13	فٹ بال	14	Global Positioning System	15	حیدرآباد، تلنگانہ	16	گجرات
17	مندراپورٹ	18	سات	19	فیسبک	20	29032فٹ

مشتاق کریمی

صداقت

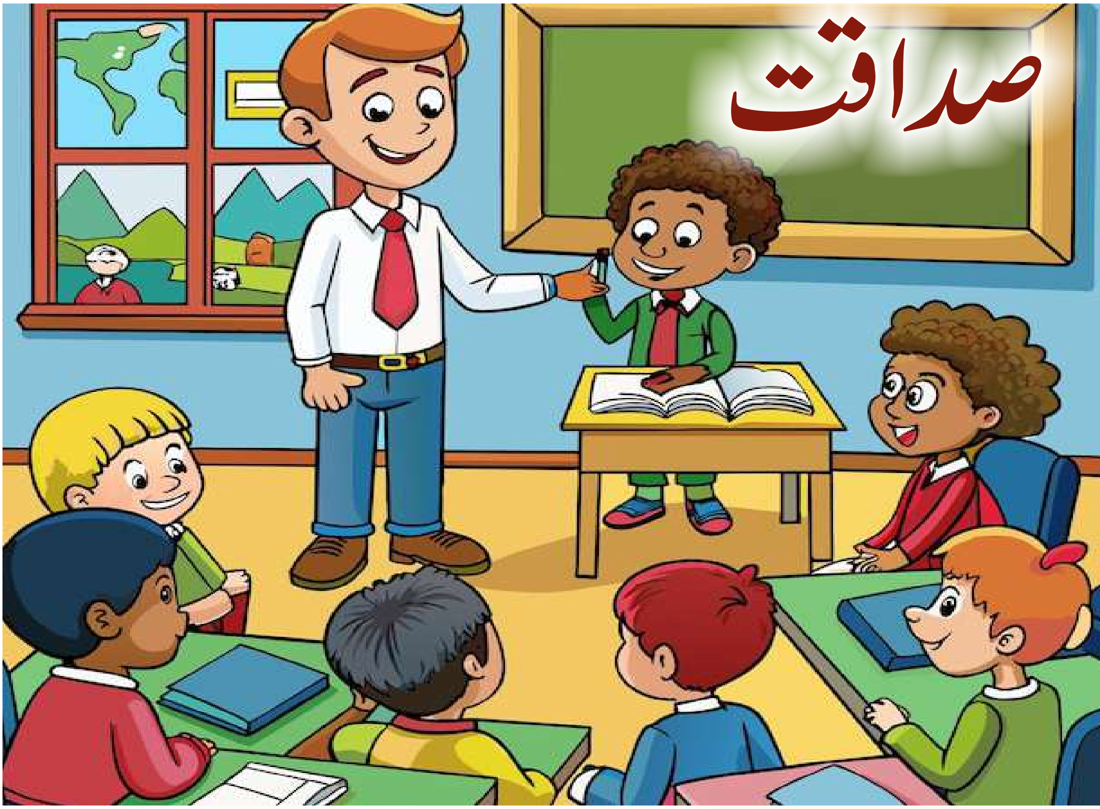

عقیل سر بہت محنتی اور ایماندار استاد تھے۔ انھیں اپنے مضامین پر مہارت حاصل تھی۔ وقت سے پہلے اسکول آنا اور اسکول چھوٹنے کے بعد بھی کافی دیر تک تعلیمی کام کرتے رہنا، غیر حاضر بچوں کے والدین سے فون پر رابطہ کرنا، صدر مدرس صاحب کے ذریعے دی گئی ذمے داریوں کو بحسن وخوبی پورا کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ اسکول کی ترقی کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت دینا ان کی فطرت کا خاصہ تھا۔ لیکن ادھر ایک عرصہ سے وہ کچھ پریشان اور بے چین رہنے لگے تھے۔ وہ اب چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی غصہ کرنے لگے تھے۔ اس کی بڑی وجہ اسکول کے وہ غیر تعلیمی کام تھے جو چور دروازے سے روز چلے آتے۔ ان کاموں کی وجہ سے ان کے پیریڈ خالی پڑے رہتے۔ بچے ان کا انتظار کرتے اور ان کا دل بھی غیر تعلیمی کاموں کو چھوڑ کلاس میں جانے کے لیے بے قرار رہتا مگر وہ دل مسوس کر رہ جاتے۔

کل جب عقیل سر کلاس میں داخل ہوئے تو ان کا موڈ کچھ خراب تھا۔ ابھی انھوں نے اردو کے سبق کی تمہید باندھی ہی تھی کہ بابو بھائی چپراسی کلاس میں داخل ہوئے ''سر آپ نے پورٹل پر اپنی کلاس کا کام پورا نہیں کیا ہے'' بابو بھائی نے کہا۔

''کیا بات کرتے ہو بابو بھائی! میں تو کام کب کا ختم کر چکا ہوں۔'' عقیل سر نے جھنجلاہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

''اگر کام آپ نے پورا کر لیا ہے تو کمپیوٹر اسکرین پر

پینڈنگ کیوں بتا رہا ہے؟''

''اب بابو بھائی مجھے غصہ نہ دلایئے اور ہاں اب یہاں سے چلتے بنیے۔ مجھے سبق پڑھانا ہے۔''

''سر آپ مجھ پر خوامخواہ ناراض ہورہے ہیں۔ جو بڑے سر نے کہا وہی میں آپ سے کہہ رہا ہوں۔''

''کیا کہا بڑے سر نے؟... کیا کہا؟ وہ صرف کہتے رہتے ہیں۔ کام تو ہمیں کرنا پڑتا ہے۔ پڑھانا بھی ہے، آن لائن کام بھی کرنے ہیں، کھچڑی پکانا بھی ہے، کھلانا بھی ہے اور اس کا حساب کتاب بھی رکھنا ہے۔ میرا بس چلے تو سب سے پہلے کھچڑی کو ہی بند کردوں۔ اس کھچڑی نے مجھے کلرک یعنی منیم بنا کر رکھ دیا ہے'' عقیل سر کی آواز بلند ہوگئی تھی۔ کلاس کے سبھی بچّے لفظ منیم سن کر ہنس پڑے تھے۔ جس پر عقیل سر زور سے چلا اٹھے ''خبردار! جو کسی نے اپنے دانت دکھائے۔ کیا ہورہا ہے۔ تماشا ہورہا ہے یہاں؟ بیوقوف کہیں کے۔''

''سر آپ آفس میں بڑے سر سے مل لیجیے مجھے اور بھی کام ہیں۔'' بابو بھائی اتنا کہہ کر پلٹے ہی تھے کہ عقیل سر پھر اونچی آواز میں بول پڑے ''ہاں... ہاں! آپ کو بہت کام ہیں اور ہم کام چور ہیں۔ یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ؟''

بابو بھائی نے ایک ایک لفظ سن لیا تھا مگر انھوں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے سے عقیل سر مزید بولنے لگیں گے۔

"مے آئی کم ان سر''

(May I Come in Sir?)

ایسے میں میلے میلے یونیفارم پہنے صداقت نے دبے ہوئے لہجے کے ساتھ کلاس روم میں داخلہ کی اجازت مانگی۔ ''آؤ صداقت... آؤ۔ مجھے تمھارا ہی انتظار تھا۔ تمھارے خوب چرچے ہورہے ہیں۔ نام صداقت اور کام خیانت... چلو میرے ساتھ آفس۔ عقیل سر نے میز پر کتاب کو اوندھا رکھا، مانیٹر کو کلاس کنٹرول کی ہدایت دی اور تیز تیز قدموں سے صداقت کو ساتھ لیے صدر مدرس کے دفتر کی جانب چل پڑے۔ بابو بھائی نے صدر مدرس صاحب کو عقیل سر کے موڈ سے آگاہ کردیا تھا۔

''کیا میں اندر آسکتا ہوں، سر؟'' عقیل سر نے دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

''ارے اس میں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے سر! بلا جھجک آجایئے۔'' صدر مدرس کا رویہ دیکھ کر عقیل سر کچھ سرد پڑ گئے۔ انھوں نے صداقت کو صدر مدرس کی کرسی کی جانب دھکیلتے ہوئے کہا ''یہ دیکھیے سر! کیا چل رہا ہے اسکول میں؟''

''ارے بھئی ہوا کیا ہے؟ پہلے آپ بچے کو چھوڑ دیے اور پھر اطمینان سے بتایئے۔'' صدر مدرس صاحب نے کہا۔

''سر ہمیں کئی دنوں سے اس کی شکایت مل رہی تھی۔''

''کیسی شکایت؟ ذرا تفصیل سے بتایئے اور ہاں اپنا لہجہ بھی درست کیجیے۔''

''سر یہ چور ہے چور۔ اس سے نرمی نہیں برتی جاسکتی۔''

''عقیل سر کسی بچے کی توہین اس طرح نہیں کی جاسکتی۔ صاف صاف بتایئے کیا قصور ہے اس کا؟''

عقیل سر نے تفصیل سے پوری بات بتا دی۔ زبیر سر جو دفتر میں پہلے ہی سے موجود تھے کے ہمراہ صدر مدرس بھی یہ سن کر سکتے میں آگئے۔ ادھر صداقت کی نگاہیں دفتر کے فرش پر ٹکی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے

موتی ٹپک رہے تھے اور چہرہ سرخ ہوا اٹھا تھا۔
''بیٹے کیا نام ہے تمھارا؟''
''صداقت سر!''
''صداقت کے معنیٰ ہوتے ہیں سچائی۔ اب تم سب سچ بتا دو کیا واقعی چوری کرتے ہو؟''
''ہاں سر، میں روز ایسا کرتا ہوں۔''
''مگر یہ تو بہت بری بات ہے۔''
''سر میں جانتا ہوں مگر میرے پاس دوسرا راستہ نہیں ہے۔''
''دیکھیے سر چور تو چور، اوپر سے سینہ زور۔'' عقیل سر نے بلند آواز میں کہا۔
''شٹ اَپ! بالکل خاموش رہیے آپ'' صدر مدرس صاحب کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔
اب صداقت کی ہچکی بندھ گئی تھی۔ اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ''سر میری امی کو ٹی بی ہے۔ میرے ابّو اس دنیا میں نہیں ہیں۔ گھر میں دو بہنیں بھی ہیں۔ سب میرا بے چینی سے انتظار کرتے ہیں۔ جیسے ہی اسکول سے گھر پہنچتا ہوں، وہ بستے سے پلاسٹک کی تھیلی نکال لیتے ہیں اور...''
صداقت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ''کیا ہوتا ہے اس تھیلی میں صداقت؟'' کھ... کھ... کھچڑی سر!'' اتنا کہہ کر صداقت زار و قطار رونے لگا۔ دفتر میں موجود سبھی کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ بچے کا جواب سن عقیل سر کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ ان کی آنکھیں بھی چھلک پڑیں۔ انھوں نے صداقت کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا۔ کافی دیر تک دفتر میں اشکوں کی بارش ہوتی رہی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔
''سر! میں دوسرے بچوں کی بچی کچی کھچڑی جمع کر کے گھر لے جاتا ہوں۔ پھر بھی چوری تو چوری ہے، برائی ہے، آپ ہی نے بتایا ہے سر!۔ بس مجھے کچھ دن اور ایسا کرنے کی اجازت دیجیے اور ہاں بڑے سر کسی بھی دن اسکول کو چھٹی نہ دیجیے گا۔ ہم سب کو بھوکا رہنا پڑتا ہے۔ صداقت نے بڑی معصومیت سے کہا۔ ایک مرتبہ پھر سب بہت جذباتی ہو گئے۔ عقیل سر نے صداقت کا ماتھا چوم لیا۔
''پیارے صداقت! کم از کم مجھے اشارہ تو دے دیا ہوتا تو تمھارا دل توڑنے سے میں بچ جاتا۔ تم نے مجھ پر اتنا بھی بھروسہ نہیں کیا بیٹے۔'' اس کے آگے عقیل سر کچھ نہ کہہ پائے۔ ''سر آپ نے سمجھایا تھا نا کہ کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہیے۔ میں بھی سر چاہتا تھا کہ اپنا بوجھ خود اٹھاؤں۔ لیکن طریقہ شاید غلط تھا۔''
''یہ بوجھ نہیں سعادت کی بات ہے بیٹے! اب آئندہ سے ایسا نہ کرنا'' صدر مدرس صاحب نے رومال سے آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا۔ پھر پورے اسٹاف نے صداقت اور اس کے تمام اہل خانہ کی سرپرستی قبول کر لی۔ صدر مدرس صاحب نے غریب بچوں اور ان کے اہل خانہ کے لیے مخصوص فنڈ کے قیام کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس طرح اسکول میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

■

Mushtaq Karimi
342, Shani Peth
Jalgaon- 425001 (Maharashtra)
Mob.: 9028222348
mushtaqkarimi@rediffmail.com

کہانی

شرارت مہنگی پڑی

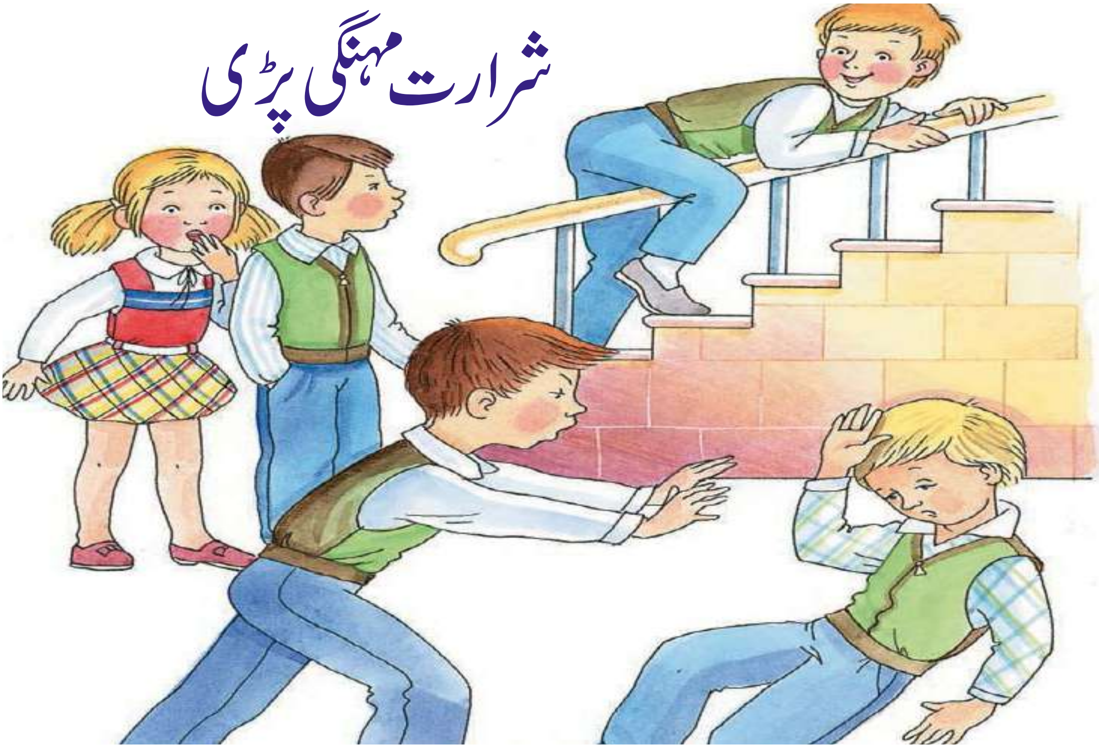

"**اس کہانی** کے ہیرو ہیں بھائی جان۔"

"یہ بھائی جان کون ہیں؟"

"اس کے لیے آپ کو میری کہانی پڑھنی ہوگی۔"

ایک ہیں بھائی جان ہمارے ہم عمر، ہم جماعت۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ پڑھتے کم اور اودھم زیادہ مچاتے ہیں۔ اتنے سیدھے ہیں کہ جلیبی اور امرتی بھی شرما جائے، شریر، چلبلے، بے چین، بے قرار، نوٹنکی باز، ناٹک باز، ڈرامے باز لغت میں ایسے جتنے بھی الفاظ ہیں وہ سب بھائی جان کی شان میں قصیدہ پڑھتے ہیں۔ شیطان اس لیے نہیں کیونکہ شیطان بھی ان سے پناہ مانگتا ہے کہ سب کے کان کاٹ لیں۔ دیکھنے میں صورت بھولی بھالی، معصوم چہرہ، ان کی شکل سے لگتا ہی نہیں کہ یہ کوئی ایسی ویسی شرارت کر بھی سکتے ہیں۔ گھر ہو پاس پڑوس یا اسکول ہر جگہ ان کی شرارتوں کے چرچے عام ہیں۔ ان کی شرارتوں سے سب حیران، پریشان رہتے ہیں۔

گھر میں تو ان کی شرارتوں کے نتیجے میں ممی پاپا ان کو ڈانٹتے بھی ہیں اور سمجھاتے بھی ہیں۔ جب کہ کبھی کبھی ان کی ممی پریشان ہو کر پٹائی بھی کر دیتی ہیں۔ لیکن آپ ٹھہرے 'چکنا گھڑا'، ربر کی طرح دوبارہ اپنی اصل روش پر آ جاتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر لگتا ہے کہ وہ فی الحال سدھرنے کے موڈ میں نہیں ہیں۔

اسکول میں کوئی ایسا لڑکا یا استاد نہیں بچا جو بھائی جان کی شرارتوں کی زد میں نہ آیا ہو۔ ان کی شرات کی خاص بات یہ تھی کہ وہ کوئی بھی ثبوت نہیں چھوڑتے تھے۔ یہی بات کلاس کے لڑکوں کو پریشان کرتی۔ ان سب کو معلوم بھی ہوتا پھر بھی بھائی جان کی شکایت نہیں کرتے

کیونکہ کوئی شہادت نہیں ملتی۔ روزنئی شرارتیں، نئی چال، نئی ترکیب، نئے نئے ہتھکنڈے، نئے نئے پلان، ہر بار شرارت کا الگ انداز ہوتا۔

بھائی جان کے پاس غلیل کچھ کنچے ہر وقت تیار رہتے۔ اسکول کے پاس کے تالاب میں مینڈکوں، مچھلیوں، بطخوں کونشانہ بنا کران کو پریشان کرنا اسکول کے پیچھے امرود کی بغیا جاکر امرودوں کے ساتھ چڑیوں، طوطوں اور کبوتروں کا شکار کرنا، آم کے موسم میں کچے آموں کوغلیل سے توڑنا بھی ان کا خاص شوق تھا۔ امرود ہو یا بیر سب غلیل کے نشانہ پر آجاتے، لڑکوں اور اساتذہ کی سائیکل کی ہوا نکال دینا، لڑکوں کے بستے چھپا دینا، بلیک بورڈ پر کوئی کارٹون بنا دینا ان کے چھوٹے چھوٹے روز کے کارنامے ہیں۔ کلاس میں بینچ پر اِنک ڈال دینا، جس سے لڑکوں کی نیکر نیلی ہوجاتی اور کلاس بچوں کی ہنسی سے گونج جاتا۔ ایک بار استاد کی ڈیسک میں مینڈک بند کردیے اور جب استاد آئے اور جیسے ہی ڈیسک کھولی مینڈک ایک قلانچ میں ماسٹر صاحب کے اوپر۔ ماسٹر صاحب ڈر کر دوقدم پیچھےاور سب بچوں کا ہنس ہنس کر برا حال۔ وہ بے چارے اپنے ڈر کو چھپاتے ہوئے کڑک دار آواز میں پوچھے ''یہ کس کی شرارت ہے؟ کون ہے؟ کھڑے ہوجاؤ ورنہ پوری کلاس کی شامت آجائے گی۔''

لیکن کوئی ٹھوس ثبوت نہ شہادت اور گواہی نہ ہونے کے سبب ان پر کوئی آنچ نہیں آئی۔ جب کوئی لڑکا سیٹ پر بیٹھنے کو ہوتو یہ بہت احتیاط اور خاموشی سے بینچ ہٹا دیتے، لڑکا دھڑام سے گرتا۔ اب سب لڑکے خاموش، جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ روز روز کی شرارتوں سے لوگ تو پریشان تھے، لیکن ان کا حوصلہ بڑھتا جارہا تھا۔

ایک دن کسی نے کہا آم کے باغ میں فجری آم لگے ہیں، چلو توڑتے ہیں۔ شیطانوں کے سردار بھائی جان اپنا سینہ چوڑا کرکے بولے ''چلو کہاں چلنا ہے'' یہ شیطانوں کی ٹولی اسکول کے باغ کی طرف چل پڑی۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ آم کے باغ میں پہنچ گئے۔ چاروں طرف دیکھا، کہیں چوکی دار نظر نہیں آیا۔ وقت غنیمت سمجھ کر بھائی جان نے اپنی غلیل نکال کر ایک ایک اینٹ رکھ کر نشانہ لگانے لگے۔ آم ٹوٹ کر گرنے لگے۔ بھائی جان کے چیلے چپاٹے ان آموں کو اٹھانے میں لگ گئے، کافی دیر اودھم مچاتے رہےاور بھائی جان اپنے نشانے پر خوش۔

اچانک ان کے غلیل سے نکلا ڈلا سیدھا آم کے پیڑ پر لگے شہد کی مکھیوں کے چھتے پر گیا اور شہد کی مکھیوں نے ان سب لڑکوں کا پیچھا کیا۔ بھائی جان اپنی جان بچانے کو وہاں سے بھاگے اور اپنے کپڑے اتار کر پاس میں بنے حوض میں چھپ گئے۔

کچھ شرارتی لڑکے پہلے سے اس باغ میں ایک طرف چھپے ہوئے خاموشی سے ان کی حرکت پر نظر رکھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے؛ شہد کی مکھیوں کا چھتا چھڑ چکا تھا۔ اس سے بھگدڑ مچ گئی جس کے جہاں سینگ سمائے وہ ادھر ہی ہولیا۔

اب آپ نتیجہ خود سوچ لو...

■

Dr.Iftikhar Anees Siddiqui
Sardar Hameedi Taleemi Wa Samaji Mission
Amroha-244225 (UP)
Mob.: 9719308437
sardarhameedi@gmail.com

مبین نذیر

کیسے

امی! مجھے بھی رکشا لگوادیں۔ میں ابو کے ساتھ اسکول نہیں جاؤں گا۔

کیوں بیٹا کیوں نہیں جاؤ گے؟

امی میرے دوست مجھے چڑھاتے ہیں۔ میں انکل کے رکشا میں جاؤں گا۔

کیا چڑھاتے ہیں میرے بچے؟

وہ میرے ابو کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کے چہرے کی وجہ سے۔

عامر نو برس کا ہے۔ چوتھی جماعت میں پڑھتا ہے۔ اسکول گھر سے دور ہے اس لیے اس کے والد دکان جاتے وقت اسے اسکول چھوڑ جاتے ہیں۔ اس کے والد کی دودھ کی ڈیری ہے جو اسکول سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ چھٹی ہونے پر عامر ڈیری پر چلا جاتا ہے اور دو پہر میں اپنے والد کے ساتھ واپس آجاتا ہے۔

امی میرے ابو کا چہرہ پہلے سے ایسا ہی تھا تو آپ نے ان سے شادی کیوں کی؟ عامر کے ننھے سے ذہن کے ایک گوشے سے ایک ایسا سوال نکلا جس نے زبیدہ کو ہلا کر رکھ دیا اور وہ ماضی کے دھندلکوں میں کھوگئی۔ فوزان ایک صحت مند اور خوبرو نوجوان تھا۔ مگر قسمت کا کھیل دیکھیے کہ شادی کے چند ہی برسوں بعد اس کا خوبصورت چہرہ اپنی خوبصورتی سے نہ صرف محروم ہو چکا تھا بلکہ ڈراؤنا دکھائی دینے لگا تھا۔ زبیدہ جو اپنے شوہر پر ناز کرتی تھی اب اس کے ساتھ کہیں آتے جاتے ہچکچاتی تھی۔

کیا سوچ رہی ہیں امی؟ عامر کا سوال ماضی سے حال میں لے آیا۔

کچھ نہیں بیٹا! بتایئے نا! کیا شادی کے وقت بھی میرے ابو ایسے ہی تھے؟

زبیدہ کا چہرہ جذبات وصدمات سے سرخ ہوگیا۔ اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔ آواز بھی ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ کچھ بولنا چاہتی تھی مگر آواز حلق ہی

میں اٹک جا رہی تھی۔

ن..ن..... نہی..... نہیں بیٹا!

شادی کے وقت تمھارے والد کا چہرہ ایسا نہیں تھا۔ وہ بہت خوبصورت تھے۔ بالکل صحت مند اور چاک و چوبند۔

پھر امی ان کے چہرے کو کیا ہوا؟

جانے دو بیٹا! کیا کرو گے جان کر۔

نہیں نا امی بتائیں مجھے۔ میں اس کو بہت ماروں گا۔جس نے میرے ابو کو ایسا کر دیا ہے۔

تو پھر تم اپنے ابو کو ہی مارو۔ تمھارے ابو نے ہی اپنے ہاتھوں خود کو نقصان پہنچایا ہے۔

امی آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟ میرے ابو اپنا چہرہ خود کیوں خراب کریں گے۔کیا کوئی ایسا کر سکتا ہے؟

ہاں بیٹا ایسا ہی ہے۔

نہیں امی، میرے ابو اتنے برے نہیں ہیں کہ اپنا چہرہ خود ہی خراب کریں۔ میں ابو سے پوچھوں گا یہ بات۔ نہیں تو آپ اچھے سے بتائیں یہ سب کیسے ہوا؟

بیٹا! تمھارے والد شہر کے سب سے کم عمر بلڈر اور والی بال کے ایک بہت اچھے کھلاڑی تھے۔

اچھا! تو اب سمجھا کہ وہ اکثر انصار یہ والی بال گراؤنڈ کیوں جاتے ہیں۔لیکن اس کھیل سے ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

نہیں بیٹا! یہ کھیل سے نہیں بلکہ کھلاڑیوں سے ہوا ہے۔

کیا کسی نے میرے ابو کو مارا تھا؟ میں بڑا ہو کر اس سے بدلہ لوں گا۔اسی طرح جیسے اس نے میرے ابو کے ساتھ کیا۔

نہیں بیٹا! ایسے نہیں کہتے۔

پھر کیسے ہوا امی یہ سب۔ آپ جلدی سے بتاتی کیوں نہیں؟

تم سنتے کہاں ہو بیٹا؟ دراصل جس ٹیم سے تمھارے ابو کھیلتے تھے اس میں کئی کھلاڑی ایسے تھے جو گٹکھا، تمباکو، پان مسالہ کھایا کرتے تھے۔ پریکٹس کے دوران ان میں سے کبھی کوئی پان دے دیتا، کوئی تمباکو، تو کبھی کوئی گٹکھے کے چند ٹکڑے۔ تمھارے ابو منع بھی کرتے لیکن وہ کہتے۔ کھالے۔ اتنا معمولی سا نقصان نہیں کرتا۔ اس طرح آہستہ آہستہ تمھارے ابو کو بھی سپاری، پان، تمباکو اور گٹکھا کھانے کی عادت ہو گئی۔ پہلے ان چیزوں سے دور رہنے والے تمھارے والد کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ صبح برش کرنے کے بعد سب سے پہلے گٹکھا کھاتے تھے، اس کے بعد ہی کوئی دوسرا کام کرتے تھے۔ اسی لیے میں تم سے بھی کہتی ہوں کہ دکانوں پر ملنے والی سونف، میٹھی سپاری اور پان مسالہ مت کھایا کرو۔ کیونکہ اسی راستے سے بچے گٹکھے کی لت میں مبتلا ہوتے ہیں۔

لیکن امی گٹکھا تو بہت سارے لوگ کھاتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ پان کی دکان پر ہر وقت بھیڑ لگی رہتی ہے۔تو ان لوگوں کو کیوں نہیں ہوتا؟ یہ سب میرے ابو کو ہی کیوں ہوا؟

بیٹا! بات یہ ہے کہ تمھارے ابو بہت پاور فل گٹکھا کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے انھیں منہ کا کینسر ہو گیا۔ بہت علاج کروایا مگر کسی طرح ان کا مرض ٹھیک نہیں ہوا۔ آخر میں ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ اگر ان کی زندگی بچانا ہے تو آپریشن کر کے متاثرہ حصے کو نکالنا ہوگا ورنہ مرض بڑھتا

چلا جائے گا۔ مرض بڑھنے سے جان بھی جا سکتی ہے۔ ہم لوگوں نے ممبئی اور پونہ کے کئی بڑے بڑے ہاسپٹل کے ڈاکٹروں کو دکھایا۔ سب کا یہی کہنا تھا۔ پھر تمھارے ابو کی جان بچانے کی خاطر آپریشن کرنا پڑا۔ آپریشن کے بعد جب میں نے تمھارے ابو کا چہرہ دیکھا تھا تو میں بھی پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ جب تمھارے والد نے خود کو آئینے میں دیکھا تو وہ خود بھی صدمے سے نڈھال ہو گئے تھے۔ اس لیے ان کے سامنے یہ بات کبھی مت کہنا۔ البتہ اگر تم اس طرح کی بیماریوں سے بچنا چاہتے ہو تو ایسی چیزوں کے پاس مت جانا اور جو بچے یہ سب کھاتے ہیں ان سے کبھی دوستی مت کرنا۔

زبیدہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور اس کی آواز بھرائی جا رہی تھی۔

امی! امی! آپ کیوں روئے جا رہی ہیں۔ عامر نے زبیدہ کا ہاتھ تھام لیا۔

امی! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی ان چیزوں کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا اور ایسے بچوں سے بھی دور رہوں گا جو ان کا استعمال کرتے ہیں۔

زبیدہ نے بڑھ کر اپنے بچے کو گلے لگا لیا اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے بولی بیٹا! اگر تم اپنا وعدہ پورا کرو گے تو یہ کہانی یہیں ختم ہو جائے گی ورنہ وہ دن دور نہیں جب ہر ماں اپنے بچے کو ایسی ہی کوئی ڈراؤنی کہانی سنائے گی۔

■

Dr. Mubeen Nazeer
Gulshan-e-Aaiesha
Daal Wala Chowk, Momin Pura
Malegaon -423203 (Maharashtra)
Dist.: Nasik
Mob.: 8983152574
ansa.net42@gmail.com

شگفتہ تبسم

کہانی

راہِ یقین

صبح کی نرم دھوپ آہستہ آہستہ اسکول کی دیواروں پر اتر رہی تھی۔ صحن میں نیم کی چھاؤں کے نیچے چند بچے شور مچاتے کھیل رہے تھے، مگر عدیل ایک کونے میں بیٹھا اپنی کتاب کے اوراق پلٹنے میں مگن تھا۔ اس کے گرد جیسے ایک خاموش دنیا آباد تھی۔ ہوا کے ہلکے جھونکے صفحوں کو ہلاتے، اور وہ مسکرا کر انھیں انگلیوں سے تھام لیتا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک تھی، جیسے ہر لفظ اس کے دل پر نقش ہو رہا ہو۔

اسے کھیلنے کی جلدی نہیں تھی، نہ دوستوں کے شور میں دلچسپی۔ اسکول کی گھنٹی بجنے سے پہلے ہی وہ اپنے من پسند مضمون انگریزی کی پوری کتاب کئی بار پڑھ چکا ہوتا۔ یہی اس کا سکون تھا اور یہی اس کی خوشی۔

عدیل کی جماعت میں ثمر نام کا ایک لڑکا بھی پڑھتا تھا جو نہایت شرارتی تھا، اکثر وہ اسکول سے غائب رہتا۔ اگر کبھی اسکول کے لیے نکلتا بھی تو دوستوں کے ساتھ کھیلنے نکل جاتا۔ اس کے والدین اس کی ان عادتوں سے سخت پریشان رہتے۔ وہ بارہا اسے سمجھاتے اور بطورِ مثال عدیل کا حوالہ دیتے۔

جب بھی والدین عدیل کی تعریف کرتے، ثمر جھنجھلا جاتا۔ ایک دن اس نے راستے میں عدیل کو روک کر کہا:

”عدیل! تم نے میرے والدین سے کیا کہا ہے؟ وہ ہر وقت تمھاری مثال کیوں دیتے ہیں؟“

عدیل نے مسکرا کر جواب دیا ”میں نے تو کسی سے کچھ بھی نہیں کہا۔“

ثمر طنزیہ ہنسا، ”کچھ زیادہ ہی پڑھاکو بنتے ہو! اتنا پڑھنے کے باوجود بھی ٹاپ نہیں کر پاتے!“

پھر بولا، ”مجھے دیکھو، نہ میں تمھاری طرح اتنا پڑھتا ہوں، نہ کتابوں میں گم رہتا ہوں، لیکن پھر بھی میرے

70-80 فیصد سے کم نمبر نہیں آتے۔''
عدیل کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ثمر نے بات کاٹ دی،
''میں صرف امتحان کے وقت پڑھتا ہوں اور ایک ہی بار پڑھنے سے سب یاد ہو جاتا ہے!''
عدیل نے نرمی سے کہا، ''یہ تو بہت اچھی بات ہے، ماشاء اللہ تمھارا حافظہ اچھا ہے۔ اگر تم باقاعدگی سے پڑھائی کرو تو یقیناً ٹاپ کر سکتے ہو۔''
ثمر نے طنز کرتے ہوئے کہا۔
''میری مانو، اب تمھیں بھی اتنا پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مان لو کہ تم کبھی ٹاپ نہیں کر سکو گے!''
عدیل مسکرایا اور پُرسکون لہجے میں بولا:
''کوئی بات نہیں بھائی۔ میرے بابا جان ہمیشہ ایک بات کہتے ہیں:
''ہار ہو جاتی ہے جب مان لیا جاتا ہے،
اور جیت تب ہوتی ہے جب ٹھان لیا جاتا ہے۔''
وہ کہتے ہیں کہ ہار اور جیت زندگی کے دو پہلو ہیں۔
کسی کی ہار ہوتی ہے تو کسی کی جیت۔''
(تھوڑی دیر رُک کر)
''اگرچہ میں اسکول میں ٹاپ نہیں کر پا رہا ہوں، مگر اللہ کا شکر ہے کہ ہمیشہ صرف دو چار نمبر سے ہی پیچھے رہ جاتا ہوں۔ ان شاء اللہ ایک دن وہ فاصلہ بھی ختم ہو جائے گا۔
ثمر کے جانے کے بعد عدیل گھر واپس آ گیا اور اپنے کمرے میں بیٹھ کر سوچنے لگا۔
''آخر خدا کی کیا مرضی ہے؟ میں اتنی محنت تو کرتا ہوں، پھر بھی ہر بار چند نمبروں سے اول پوزیشن سے کیوں رہ جاتا ہوں؟ آخر مجھ سے کہاں کمی رہ جاتی ہے؟''
اس کی خاموشی اور پریشانی کو دیکھ کر والد صاحب نے اسے قریب بلایا اور نرمی سے پوچھا:
''کیا بات ہے بیٹا، تم کچھ اداس لگ رہے ہو؟''
عدیل: ''بابا جان، میں بہت محنت کرتا ہوں، مگر پھر بھی ہر بار اول آنے سے چند نمبر پیچھے رہ جاتا ہوں۔ سمجھ نہیں آتا کیوں۔''
والد صاحب مسکرائے اور محبت سے بولے:
بابا: ''بیٹا، میں نے تمھیں کیا سمجھایا تھا؟ یاد ہے؟
بیٹا تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا۔
کیا سمجھ میں آ رہا ہے؟''
عدیل: ''جی بابا، سمجھ گیا۔ مجھے ہمت نہیں ہارنی چاہیے اور مزید محنت کرنی ہوگی۔''
بابا: ''شاباش بیٹا جانی، تم تو میرے بہادر بیٹے ہو۔ اب دل لگا کر پڑھائی کرو۔''
کچھ دیر بعد عدیل نے دھیرے سے کہا:
عدیل: ''بابا جان، میرے ساتھ کے کچھ لڑکے میرا بہت مذاق اُڑاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں بہت پڑھاکو ہوں، کھیلنا نہیں جانتا، سارا وقت کتابوں میں گم رہتا ہوں — پھر بھی فرسٹ نہیں آ پاتا۔ کہتے ہیں اتنی پڑھائی کا کیا فائدہ، نمبر تو ہمارے برابر ہی آتے ہیں۔''
والد صاحب نے نرمی سے عدیل کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولے:
بابا: ''بیٹا جانی! اگر آج تم فرسٹ نہیں آ رہے ہو تو کیا ہوا؟ ہوسکتا ہے خدا تمھیں کسی بڑی کامیابی کے لیے تیار کر رہا ہو۔ کامیابی کے راستے میں ہزاروں رکاوٹیں

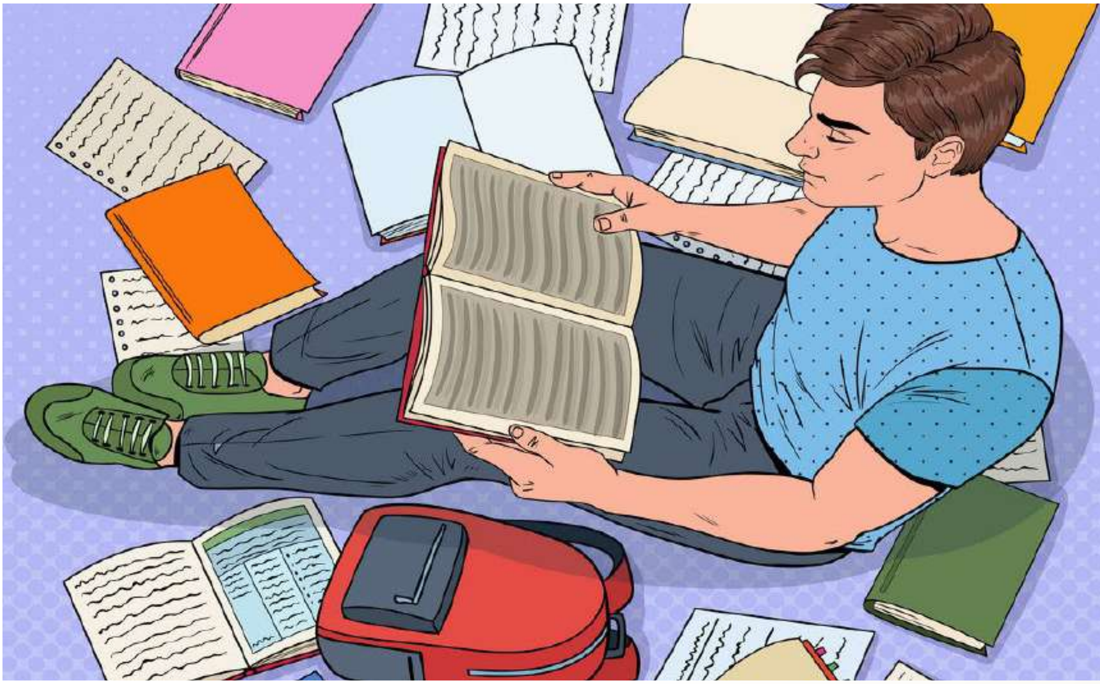

آئیں گی، مگر تمھیں ہار بالکل بھی نہیں ماننی ہے۔''

یہ سن کر عدیل کے چہرے پر اطمینان کی روشنی جھلکنے لگی۔اس نے خاموشی سے بابا کا ہاتھ چوما اور عزم کے ساتھ اپنی کتابیں کھول لیں۔

وقت گزرتا گیا۔طلبا گریجویشن کے بعد اپنی کمپٹیشن کی تیاری میں لگ گئے۔ عدیل نے انگریزی میں ماسٹر کرلیا اور نیٹ جے آر ایف کی تیاری شروع کی، مگر دو بار کوشش کے باوجود کامیابی نہ ملی۔ یہ بات خاندان اور رشتے داروں کے لیے طنز کا سبب بن گئی۔

ایک دن محلے کے چچا اس کے گھر آئے اور کہا''بیٹا، تم دن رات کتابوں میں لگے رہتے ہو، ہم تو تمھاری شکل دیکھنے کے لیے ترس جاتے ہیں!''

عدیل نے نرمی سے جواب دیا، بس چچا، دعا کریں کہ کچھ بن جاؤں۔''

کچھ روز بعد، کلاس میٹ روہیل نے راستے میں طنز کیا۔

''دوست عدیل، تم اتنی پڑھائی کرتے ہو لیکن کیا بات ہے کہ ابھی تک تم نے نیٹ کوالیفائی نہیں کیا، اگر کوئی اور ہوتا تو کب کا کوالیفائی کر لیتا!''

میں تو کہتا ہوں تم اپنے والد کی دکان سنبھال لو، چھوڑو یہ پروفیسر بننے کا خواب! اس میں کچھ نہیں رکھا۔

عدیل خاموش رہا، لیکن اس کے چہرے پر پختہ عزم جھلک رہا تھا۔

لوگوں کی طرح طرح کی باتیں سن سن کر عدیل کی ہمت جواب دینے لگی تھی اور وہ کافی اداس رہنے لگا۔ مگر اس کے والدین کی حوصلہ افزائی نے اسے ٹوٹنے نہیں دیا۔ اس کی محنت آخر کار رنگ لے آئی۔ چوتھی مرتبہ کوشش کے بعد نہ صرف نیٹ پاس ہوا بلکہ جے آر ایف میں پورے ہندوستان میں دوسرے نمبر سے کامیابی حاصل کی۔

اس کامیابی پر ہر طرف سے مبارک باد دینے والے آنے لگے،مگر کہتے ہیں نا ''حاسدین سے کوئی نہیں بچ سکتا۔''
ایک ہم جماعت نے طنزیہ انداز میں کہا ''ابھی تو صرف JRF ہی نکلا ہے، نہ تو PhD میں ایڈمیشن ہوا ہے اور نہ ہی کوئی نوکری ملی ہے۔''
کسی اور نے کہا، ''ایڈمیشن پہلے ہو جائے، پھر دیکھتے ہیں۔PhD میں ایڈمیشن آسانی سے نہیں ملتی۔''
اللہ کے کرم سے، عدیل کو جلد ہی سینٹرل یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل گیا۔اس کی محنت سے تحقیقی کام صرف چار سال میں مکمل ہوا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اب وہ ڈاکٹر عدیل کہلانے لگا۔ والدین کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔
اب عدیل نوکری کی تلاش میں تھا اور کمپیٹیشن کی تیاری میں مصروف رہا۔ایک دن اس کے چچا گھر آئے۔
عدیل کو سامنے نہ دیکھ کر انھوں نے پوچھا:
''بھائی، عدیل کہاں ہے؟ اس کی تو شکل ہی نہیں دکھائی دیتی!''
عدیل کے والد نے مسکرا کر جواب دیا ''وہ اپنے کمرے میں پڑھ رہا ہوگا۔''
چچا نے حیرت اور طنز سے کہا: ''افف! اب یہ بیٹا کب تک پڑھائی کرے گا؟ جب دیکھو، پڑھائی پڑھائی پڑھائی! اگر ہم اتنی پڑھائی کرتے تو آج افسر بن جاتے''
حالانکہ عدیل دورانِ تعلیم آن لائن جاب کے ذریعے گھر میں معاشی مدد بھی کرتا رہا، مگر یہ سب باتیں وہ کسی سے نہیں بانٹتا۔ دل ہی دل میں سوچتا:
''میرا رزلٹ میرا جواب دے گا۔''

والد نے ہنس کر کہا،
''جناب! کوئی بھی سرکاری نوکری ہو یا افسر بننا ہو، اتنی محنت تو ہر صورت کرنی پڑتی ہے۔''
چچا نے تھوڑی حیرت کے ساتھ کہا ''پھر بھی آپ کے بیٹے کو نوکری تو ابھی نہیں ملی۔''
والد نے یقین کے ساتھ جواب دیا ''ان شاء اللہ، بہت جلد ہی میرے بیٹے کی نوکری لگ جائے گی۔''
چچا نے مسکراتے ہوئے کہا، ''ہمیں اس دن کا بے صبری سے انتظار رہے گا۔''
خدا کی مرضی، اور والدین کی دعاؤں کے اثر سے، دو مہینے کے اندر عدیل کو گورنمنٹ کالج میں نوکری مل گئی۔
جو لوگ کبھی عدیل کا مذاق اُڑاتے تھے، آج وہی اسے احترام سے سلام کرتے ہوئے گزرتے تھے۔
اب لوگ عدیل کا نام بھی ڈاکٹر عدیل کہہ کر مخاطب کرتے اور اپنے بچوں کو عدیل کی محنت اور صبر کی مثال دیتے نہیں تھکتے تھے۔
انگریزی ڈپارٹمنٹ کی جانب سے عدیل کے اعزاز میں ایک پروگرام رکھا گیا تھا اور اس کی کامیابی کے سفر پر چند جملے کہنے کے لیے کہا گیا تب عدیل نے پرنم آنکھوں سے کہا کہ:
جو یقیں کی راہ پہ چل پڑے اُنھیں منزلوں نے پناہ دی
جنھیں وسوسوں نے ڈرا دیا وہ قدم قدم پر بہک گئے
تالیوں کے شور سے ہال گونج اٹھا۔

■

Shagufta Tabassum D/O Shahabuddin
Nasahi, Post Zafarabad
District.: Jaunpur - 222180 (UP)

فرحین انجم

آصف کا موبائل

آصف ایک ہونہار طالب علم تھا۔ ہمیشہ پڑھائی میں آگے رہتا۔ اس کے والد ایک درمیانی درجے کے ملازم تھے، جو بڑی محنت سے اپنے بچوں کی ضروریات کو پوری کرتے۔ آصف کے کئی دوستوں کے پاس مہنگے موبائل فون تھے۔ وہ سارا دن ویڈیو گیمز اور سوشل میڈیا میں مصروف رہتے تھے۔

آصف کے پاس ایک پرانا موبائل تھا، جو صرف کال اور میسیج کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اسے اپنے موبائل پر شرمندگی تو ہوتی مگر وہ جانتا تھا کہ اس کے والد کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اسے مہنگا فون خرید سکیں۔ ایک دن آصف کے اسکول میں ایک مقابلہ تھا۔ عنوان تھا 'ڈیجیٹل انوویشن چیلنج' اس میں بچوں کو موبائل یا کمپیوٹر کے ذریعے کوئی ایسا حل دینا تھا جو کسی معاشرتی مسئلے کو حل کر سکے۔

آصف نے اپنے پرانے موبائل کی مدد سے ایک زبردست آئیڈیا پر کام کیا۔ اس نے ایک سادہ سا ایپ کا خاکہ بنایا جس کے ذریعے گاؤں کے لوگ آسانی کے ساتھ ڈاکٹروں سے بغیر انٹرنیٹ کے رابطہ کر سکتے تھے۔ یہ آئیڈیا ججوں کو بہت پسند آیا اور آصف نے پہلا انعام جیت لیا، ایک نیا اسمارٹ فون۔ اسکالرشپ انعام لینے کے بعد آصف نے اسٹیج پر آ کر کہا۔ یہ موبائل میرے لیے صرف ایک چیز نہیں ایک ذمے داری ہے۔ اسے وقت ضائع کرنے کے لیے نہیں بلکہ کچھ سیکھنے اور دوسروں کی مدد کے لیے استعمال کروں گا۔ سب ٹیچرس نے اس کا استقبال کیا اور ہمت افزائی کی۔ نیا اسمارٹ فون ملنے کے بعد آصف کی جیسے دنیا ہی بدل گئی۔ اس کے کئی دوست حیران تھے کہ اس کے پاس تو چھوٹا موبائل تھا۔ اب اتنا اچھا بڑا فون استعمال کر رہا ہے۔ سب دوستوں نے یہ سمجھا کہ اب تو آصف بھی دن رات گیمز، ویڈیو اور سوشل میڈیا میں لگ جائے گا۔ مگر آصف نے سب کو حیران کر دیا۔ وہ اپنا موبائل اچھے کام کے لیے استعمال کر رہا تھا۔ اس کی تو دنیا ہی بدل گئی۔ اس کے دوست حیران تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ اب پڑھائی میں پیچھے ہو جائے گا لیکن اس نے موبائل کو علم اور خدمت کا ذریعہ بنایا۔ آصف نے اپنے گاؤں کے بچوں کے لیے آن لائن کلاسز شروع کیں اور کسانوں کے لیے ایک واٹس ایپ گروپ بنایا جن سے گاؤں کے کسانوں کو موسمی معلومات اور کھیتی کے مشورے

شیئر کرتا تھا۔

کلاس کے سب بچے حیران تھے کہ آصف کے پاس اسمارٹ فون ہونے کے باوجود بھی وہ پڑھائی میں آگے ہے اور موبائل کا بھی صحیح استعمال کرتا ہے۔ اس کا دوست عامر اسے دیکھ کر دل ہی دل میں جلتا اور منہ بناتا تھا۔ عامر کے علاوہ ناصر اور مرزا وغیرہ بھی اس سے ناراض رہتے۔ یہ تینوں دوستوں کے پاس پہلے ہی سے اسمارٹ موبائل تھے لیکن وہ صرف You Tube، مزاحیہ ڈرامے اور کارٹون وغیرہ میں دلچسپی لیتے تھے۔ انھوں نے موبائل کا صحیح استعمال نہیں کیا۔ ایک دن عامر، ناصر، مرزا، یہ تینوں اس کے گھر پہنچے اور آصف نے ان کا استقبال کیا۔ انھیں عزت سے بٹھایا۔ ناصر نے کہا: آصف تم کس طرح موبائل کا استعمال کرتے ہو۔ میں بیہودہ گانوں سے دور رہتا ہوں، ڈرامے، کارٹون نہیں دیکھتا۔ مرزا نے کہا: ہاں آصف ہم لوگ بڑے ہی بیوقوف ہیں۔ ہم تینوں نے موبائل فون کا صحیح استعمال نہیں کیا اور اسے یو ٹیوب، فلمیں اور مزاحیہ ڈرامے وغیرہ دیکھنے تک ہی محدود رکھا۔ عامر نے کہا: نہیں اب ہمیں بھی آصف کو دیکھ کر سمجھنا چاہیے اور موبائل کا صحیح استعمال کرنا چاہیے۔

آصف نے کہا، ہاں عامر میرے دوست میں نے تمھیں بتایا بھی تھا۔ جب تم ششماہی امتحان میں فیل ہوئے تھے۔ عامر، ہاں، آصف میں موبائل میں بہت مصروف رہتا تھا آصف نے کہا۔ ایسا کام کرو کہ علم بھی حاصل ہو اور عزت وعظمت بھی ملے۔ مرزا، آصف تم تو اب انجینئرنگ کی پڑھائی کر رہے ہو۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ہم پڑھائی کیسے کریں کیونکہ میری تو ہمت پست ہوگئی ہے۔ آصف نے اپنے دوستوں کو سمجھایا کہ اگر تم میری بات مانتے ہو تو سنو:

1. پہلے یہ کہ وقت کی قدر کرو، وقت ضائع نہ کرو۔ موبائل سے دور رہ کر پڑھائی کرو۔
2. والدین کی قدر کرو، اپنے والدین کی بات مانو۔
3. اپنے دوستوں کی قدر کرو، حقیقی دوست موبائل سے بہتر ہے۔
4. موبائل کے بجائے تعلیم کو ترجیح دو۔

مرزا، تم تو صرف موبائل میں مصروف رہنے لگے۔ پہلے تم اسکول کے بعد موبائل چلاتے تھے لیکن اب تم راتوں کو دیر تک جاگنے لگے۔ اگر تم لوگ میری بتائی ہوئی باتوں کو یاد رکھو گے تو ضرور کامیاب ہوگے۔ میں تو موبائل کھیلنے کے لیے نہیں بلکہ تعلیم سیکھنے لے لیے استعمال کرتا ہوں۔ میں آن لائن Dictionary سے نئے نئے الفاظ سیکھتا ہوں، انجینئرنگ کی پڑھائی بھی کرتا ہوں، گوگل سے نوٹس بھی دیکھ لیتا ہوں، موبائل کی وجہ سے ریسرچ بھی کرتا ہوں، ناصر نے کہا: آصف اب ہم تمھارے دیے ہوئے مشورے پر عمل کریں گے۔ سب دوستوں نے بھی ہامی بھری اور آصف کے سمجھانے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

پیارے بچو! آصف نے موبائل کا صحیح استعمال کر کے ایک اچھی مثال قائم کی۔ موبائل برا نہیں ہوتا، بس ہم پر ہے کہ اس کا استعمال کیسے کریں۔

■

Farheen Anjum
Paradise Clony, Near New Hanuman Nagar
In front of Darshan Kairana
Plot No: 15
Amrawati-7448022026 (Maharashtra)
farheenanjum262@gmail.com

سردیوں کی راتیں

موسم سرما کا آغاز ہو چکا تھا۔سردی اپنے شباب پہ تھی۔ ہر سمت دھند ہی دھند نظر آرہی تھی۔سرد اور ٹھنڈی ہوائیں جسم کو ٹھٹھرا رہی تھی... سردی کی اس ٹھٹھرتی رات میں روحان کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔اسے بہت زیادہ ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ اس نے دائیں جانب دیکھا جہاں ایک کمبل میں اس کی امی اور چھوٹی بہن حمدہ سوئی ہوئی تھی اور بائیں جانب اس کے بابا سلمان احمد اس کے ساتھ کمبل میں سوئے ہوئے تھے... ان کے گھر میں صرف دو ہی کمبل تھے، وہ بھی سالوں پرانے... ان کمبل کی حالت بہت زیادہ خستہ ہو چکی تھی، جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے... کمبل بھی ایسا کہ اگر سر کو چھپایا جائے تو پیر باہر آجاتا اور پیر کو چھپایا جائے تو سر باہر آتا۔سردی میں ہر بار اس کے بابا وعدہ کرتے کہ اس بار کی سردی میں وہ نیا کمبل لا دیں گے لیکن ان کی غریبی ہر بار انھیں اپنے وعدے سے مکرنے پر مجبور کر دیتی تھی۔اس کے بابا ایک غریب ڈرائیور تھے۔ اس کے امی، بابا، بہن وہ لوگ اس کُہر آلود سردی میں بے حسی کی چادر تان کر سو جاتے تھے لیکن نیند روحان کی آنکھوں سے روٹھی رہتی... ہمیشہ سردی کی یہ لمبی اور کالی راتیں اس پہ عذاب بن کے گزرتی تھی۔نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سردی کی راتیں چھت کو دیکھتے ہوئے گزار دیتا تھا۔

سردی کی ایک ٹھنڈی اور روپہلی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔سورج آنکھ مچولی کھیل رہا تھا، جب کہ ہوائیں رقص

کر رہی تھی۔ آج اتوار کا دن تھا۔اس کے بابا اپنے یزدانی صاحب کی فیملی کو سردیوں کی شاپنگ کے لیے مال لے کر جا رہے تھے۔ روحان بھی ان کے ساتھ جانے کی ضد کر رہا تھا۔

”روحان بیٹا!... آپ کیا کرو گے وہاں جا کر... میرے پاس ابھی پیسے نہیں ہیں، میں آپ کو کچھ دلا نہیں سکوں گا...“ سلمان بے بسی سے بولا تھا۔

”بابا!... پکا وعدہ میں کوئی چیز لینے کی ضد نہیں کروں گا۔“ روحان اپنے بابا سے لپٹتے ہوئے بولا۔

”لے کر چلے جایئے نا، آپ کو تو پتہ ہے ہمارے بچے کبھی کسی چیز کی ضد نہیں کرتے...“ اس کی امی نے پیار سے روحان اور حمدہ کو دیکھتے ہوئے کہا تو پھر وہ اسے مال لے جانے کے لیے راضی ہو گئے... پھر وہ اپنے بابا کے ساتھ آٹو رکشہ میں بیٹھ کر یزدانی صاحب کے بنگلے پہ چلے آئے۔ یزدانی صاحب بہت بڑے بزنس مین تھے۔ پھر اس کے بابا نے پورچ سے بڑی سی گاڑی نکالی روحان آگے ان کے بازو میں آ کر بیٹھ گیا... کچھ دیر بعد ان کی فیملی کی گاڑی میں بیٹھتے ہی بابا نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ روحان اپنے بابا کے بازو میں خاموشی سے بیٹھا کھڑکی سے باہر گزرتے مناظر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے بابا نے شہر کے مشہور مال کے سامنے گاڑی روکی۔ یزدانی صاحب اپنی وائف اور بچوں کے ساتھ مال میں اندر چلے گئے۔ روحان گاڑی سے اتر کر عالیشان مال کو دیکھنے لگا۔ اس کے بابا گاڑی پارک کر کے آئے تو روحان اپنے بابا کے ساتھ مال کے باہر بنے شیڈ کے نیچے سیمنٹ کی بینچ پہ بیٹھ گیا اور اپنے بابا سے باتیں کرنے لگا... کافی وقت گزرنے کے بعد یزدانی صاحب نے بابا کو مال کے اندر سامان پکڑنے کے لیے بلایا تو روحان بھی اپنے بابا کے ساتھ گیا اور حیرت سے شیشوں سے بنے خوبصورت مال کے فلور کو دیکھنے لگا، جہاں اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں موجود تھیں... جو روحان کبھی خواب میں بھی خریدنے کا نہیں سوچ سکتا تھا۔ پھر روحان نے دیکھا کہ یزدانی صاحب کی فیملی نے سردی کے حساب سے چیزیں خریدی ہیں، بچوں کے لیے خوبصورت جیکٹ، سویٹر، مفلر، ٹوپیاں ہر طرح کے گرم کپڑے، خشک میوہ جات، غرض کہ سردی کی ہر سوغات انھوں نے خرید لی تھی... روحان حسرت سے مہنگی مہنگی چیزیں دیکھ رہا تھا... پھر جب وہ مال سے واپس آیا تو اس کا دل بہت زیادہ اُداس اور بوجھل تھا، اس کی نظروں کے سامنے صبح کا منظر گھوم رہا تھا۔

سردی مزید بڑھ گئی تھی۔ تین، چار دن سے سلمان احمد کی طبیعت خراب تھی۔ سردی کی وجہ سے انھیں بخار ہو گیا تھا اور بخار کی وجہ سے بہت زیادہ ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ وہ کانپ رہے تھے، اس لیے روحان روز کمبل ڈبل کر کے اپنے بابا کو ہی اُوڑھا دے رہا تھا... پھر ایک کمبل وہ اس کی امی اور حمدہ جیسے تیسے اوڑھ رہے تھے۔

دوسری صبح جب وہ سب قہوہ پی رہے تھے تو یزدانی صاحب ان کے گھر چلے آئے۔ وہ پہلی بار ان کے گھر آئے تھے۔ سلمان انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جلدی سے کرسی لا کر دی تھی۔

”آپ تین چار دن سے کام پر نہیں آ رہے تھے تو میں نے سوچا میں خیریت دریافت کروں۔“... وہ گھر کا جائزہ لیتے ہوئے بولے۔

''صاحب جی!... بیمار ہو گیا ہوں اور معذرت چاہتا ہوں آپ کو اطلاع نہ کر سکا۔'' سلمان نے معذرت خواہ لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا طبیعت کو...؟ ہاسپٹل دکھایا آپ نے...؟ یزدانی صاحب بولے۔

''یہ سردیاں ہم غریب لوگوں کو بیمار کر دیتی ہے سر...'' روحان تلخ لہجے میں بولا۔

''سلمان احتیاط ضروری ہے سردیوں سے بچنے کے لیے...''

''جی صاحب...'' سلمان نے کہا۔

''سر!... ہم غریبوں کو احتیاط کی نہیں، کمبل، سویٹر اور گرم کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے... جو ہمارے پاس نہیں ہوتے، اس لیے ہم بیمار پڑ جاتے ہیں... آپ کا کیا ہے آپ تو مہنگے سے مہنگے گرم کپڑوں میں اپنے محل جیسے گھر میں ہیٹر آن کر کے نرم و ملائم گرم کمبل میں لیٹے اس سردیوں کو انجوائے کرتے ہیں... ہم غریب ٹھنڈی ہواؤں سے لڑتے ہیں اور آپ امیر بولتے ہیں واہ کیا موسم آ گیا ہے... آپ جیسے لوگوں کو یہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ ہم غریبوں پر تو سردیوں کی راتیں عذاب بن کر گزرتی ہیں۔ روحان نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی، سلمان نے اسے ڈانٹا... جب کہ یزدانی صاحب حیرت سے اس بارہ، تیرہ سالہ بچے کو دیکھ رہے تھے جسے برے وقت اور غریبی نے بولنا سکھا دیا تھا۔

پھر یزدانی صاحب نے روحان کو اپنے پاس بٹھایا اور اس سے باتیں کی... روحان نے بھی اپنے دل کی ساری حکایتیں اور شکایتیں ان سے کر ڈالی... یزدانی

صاحب کے پاس کہاں اتنا وقت تھا کہ وہ کسی غریب کی پریشانی محسوس کریں لیکن روحان کے لفظوں نے ان کے دل کو جھنجوڑ ڈالا تھا... انھیں شدت سے اپنی لاعلمی اور بے حسی کا احساس ہوا تھا۔سلمان احمد ان کا پرانا ڈرائیور تھا اور بہت وفادار تھا...انھوں نے کبھی اس کی مالی حالت جاننے کی کوشش نہیں کی تھی، نہ کبھی اس کی مدد کرتے تھے... وہ تو بس اپنی ہی دنیا میں خوش تھے لیکن آج وہ اپنے ضمیر کے کٹھرے میں بہت شرمندہ تھے اور پھر انھوں نے سب سے معافی مانگی اور سلمان کو شہر کے بڑے سے ہاسپٹل میں لے کر گئے اور ان سب کو ڈھیر ساری سردیوں کی شاپنگ بھی کروائی... اور نئے کمبل بھی دلائے... ان سب نے ان کا دل سے شکریہ ادا کیا...

روحان بہت زیادہ خوش تھا کہ اب اسے یہ سردیوں کی راتیں جاگتے ہوئے نہیں گزارنا پڑیں گی۔ لفظوں میں بہت طاقت ہوتی ہے کسی کا کہا گیا ایک جملہ کسی کی زندگی بدل دیتا ہے،روحان کے لفظوں نے بھی یزدانی صاحب کے دل کی دنیا بدل دی تھی... اور اب وہ دل سے غریبوں کی مدد کرنے لگے تھے،جس سے انھیں سچی خوشی محسوس ہو رہی تھی... اور پھر انھوں نے روحان اور حمدہ کی پڑھائی کی ساری ذمے داری اپنے سر لے لی تھی اور اپنے بنگلے کے کواٹر میں انھیں رہائش بھی دے دی تھی۔

وقت اپنی رفتار سے رواں، دواں تھا۔۔ وقت اچھا ہو یا برا،وقت تو وقت ہوتا ہے وہ گزر ہی جاتا ہے اور وقت تیزی سے گزرتا رہا...

دسمبر کی یک بختہ رات میں روحان اپنے بنگلے کی بالکنی میں کھڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں کافی کا مگ تھا اور اس کی نگاہیں سیاہ آسمان پر روشن چمکتے ہوئے چاند پر تھی... اس نے گرم جیکٹ پہنی ہوئی تھی جو اسے سردی محسوس ہونے نہیں دے رہی تھی۔ یزدانی صاحب کی مالی مدد اور اپنی محنت و لگن سے وہ کلکٹر بن گیا تھا۔ جب کہ حمدہ ڈاکٹر بن رہی تھی... کلکٹر بننے کے بعد بھی وہ بچپن والے روحان کو نہیں بھولا تھا جو سردیوں کی راتوں میں روتا تھا، یہ سردیاں اسے اپنے بچپن کی سردیوں کی راتیں بہت شدت سے یاد دلاتی تھی جب وہ کمبل کے لیے ترستا تھا...

گزرا ہوا وقت انسان کے دل پر اپنے نقش چھوڑ جاتا ہے... روحان کلکٹر بن کر ہر کسی کی مدد کرتا تھا اس نے یزدانی صاحب کے ساتھ مل کر ایک این جی او کھول رکھی تھی جو غریبوں کے لیے ہر وقت کوشاں رہتی تھی...پوری سردیاں یہ لوگ غریبوں میں گرم جیکٹ،سویٹر،مفلر ٹوپیاں، گرم کپڑے،کمبل،کھانے کی چیزیں بانٹتے تھے... روحان چاہتا تھا جیسے اس نے سردیوں کی وہ راتیں روتے، سسکتے، کمبل اور گرم کپڑوں کے لیے ترستے ہوئے گزاری ہے ایسا کوئی دوسرا روحان نہ ہو جس پر یہ راتیں عذاب بن کر گزریں...

پیارے دوستو!... آپ بھی ان سردیوں کے موسم میں اپنے اِرد گرد نظر ڈالیے کہیں کوئی روحان آپ کی مدد کا منتظر تو نہیں ہے...

■

Rumana Iffat Rahi
Heerapura, Near Masjid-e-Darul-Salam
Achalpur City
Distt.: Amrawati- 444806 (Maharashtra)
rumanaiffatrahi@gmail.com

جگری دوست

ثانیہ بانو

ایک گاؤں میں دو جگری دوست خالد اور جاوید رہتے تھے۔ یہ ہمیشہ ساتھ رہتے، ساتھ اسکول جاتے اور ساتھ ہی کھیلتے تھے،نہایت مہذب اور والدین کے فرماں بردار تھے، بڑوں کی ہمیشہ عزت کرتے، پورا گاؤں ان دونوں سے بہت خوش رہتا تھا۔ دونوں کے والدین بھی ان کا پورا خیال رکھتے تھے۔تعلیم وتربیت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے۔ اچھی باتیں بتاتے، بزرگوں کے سبق آموز قصے سناتے اور بری حرکتیں کرنے سے منع کرتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ دونوں خالد اور جاوید بہت سلیقہ مند تھے، ہمیشہ دوسروں کا خیال کرتے،اسکول میں سبھی بچوں کے ساتھ مل جل کر رہتے۔ان کے اساتذہ بھی ان دونوں کو بہت چاہتے تھے۔

جولائی کا مہینہ تھا، بارش کی وجہ سے چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی تھی، میدانوں میں نرم ملائم گھانس کے قالین بچھے ہوئے تھے۔خالد، جاوید اوران کا ہم جماعت ساتھی نعمان مکتب سے گھر لوٹ رہے تھے۔راستے میں خالد نے جاوید سے کہا کہ کتنا اچھا موسم ہے،کل مکتب کی چھٹی بھی ہے، ہم لوگ کل بڑے جھرنے پر نہانے چلیں گے۔ جاوید کہنے لگا میں تو نہیں جا پاؤں گا۔گھر میں امی ابو کو پتہ چلے گا تو بہت ڈانٹ پڑے گی وہ ہمیں اکیلے جانے نہیں دیں گے۔ارے جاوید! ہم گھر پر نہیں بتائیں گے تو کیسے پتہ چلے گا۔جاوید کہتا ہے میری بات مان اس موسم میں بڑے جھرنے پر جانا ٹھیک نہیں،کسی بھی وقت پانی کا بہاؤ تیز ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے درخت اور طاقتور لوگ بہہ جاتے ہیں۔

کیا جاوید تم کتنے ڈرپوک ہو،اتنا مت ڈرا کرو،اگر تمھیں نہیں جانا ہے تو ٹھیک ہے میں نعمان کو ساتھ لے جاتا ہوں۔ نعمان تم چلو گے نا میرے ساتھ،نعمان ”معذرت چاہتا ہوں کل مجھے نانی کے گھر جانا ہے اس لیے میں نہیں جا سکتا۔“

آخر کار جاوید چلنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور کہتا ہے ٹھیک ہے ہم کل بڑے جھرنے پر چلیں گے۔

صبح صبح ناشتے میں جلد بازی کرتے دیکھ کر اس کی امی کہتی ہے تمھیں کس بات کی جلدی ہے کہاں جانا ہے؟

خالد: امی کل اسکول کی چھٹی ہے ہم سب دوستوں نے میدان میں کرکٹ کھیلنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس لیے مجھے وہاں وقت پر پہنچنا ہے۔

امی: کون کون جائے گا۔

خالد: جاوید،نعمان اور سارے ہم جماعت ساتھی۔امی کہتی ہے ٹھیک ہے، لوٹتے وقت جاوید کو اپنے ساتھ گھر لانا ’کیوں امی‘ خالد نے کہا۔

آج میں تمھاری پسند کا کھانا بناؤں گی۔امی یہ کہہ کر باورچی خانے میں چلی جاتی ہیں۔

خالد ناشتہ کر کے امی کو سلام کرتا ہوا گھر سے باہر نکل جاتا ہے۔ادھر جاوید بھی اپنے گھر پر یہ کہہ کر نکل جاتا ہے

کہ میں خالد کے گھر جا رہا ہوں۔

دونوں ملتے ہیں اور تقریباً 15 منٹ میں بڑے جھرنے پر پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں پر خدا کی قدرت کے حسین نظارے مسکرا رہے تھے جسے دیکھ کر سیاحوں کو روحانی سکون مل رہا تھا چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی اونچے اونچے پہاڑ سر اٹھائے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی سے گرتا ہوا آبشار قدرتی حسن کے گیت گا رہا تھا بہت سے لوگ لطف اندوز ہو رہے تھے۔

کچھ لوگ نہا رہے تھے، کچھ ٹہل رہے تھے، کچھ لوگ میدان میں مخملی گھاس پہ بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔

یہ سب دیکھ کر خالد کہنے لگا آج بہت مزہ آئے گا۔ کتنا خوبصورت منظر ہے چلو ہم بھی نہائیں گے۔ جاوید کو پانی سے ڈر لگتا تھا اس لیے وہ ندی میں جانے سے منع کر رہا تھا اور کہنے لگا ہم یہیں کنارے بیٹھ کر نہاتے ہیں لیکن خالد ضد کرنے لگا کہ ارے جاوید پانی زیادہ نہیں ہے۔ چلو بیچ ندی میں جا کر نہائیں گے۔ دونوں کمر کمر تک پانی میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں اچانک سے پانی کا بہاؤ بڑھنے لگا۔ جتنے لوگ وہاں موجود تھے وہ بھاگنے لگے، کچھ چیخ پکار کر رہے تھے کچھ گھبرائے ہوئے تھے، لیکن خالد اور جاوید ندی کے بہاؤ کی چپیٹ میں آ گئے اور بہنے لگے۔ خالد تو تیرنا جانتا تھا لیکن جاوید تیراکی سے ناواقف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جاوید ڈوبنے لگا اور خالد تیر کر کنارے پہنچ جاتا ہے، مگر جاوید بری طرح گھبرا گیا اور ڈوبنے لگا۔ یہ دیکھ کر خالد پھر سے ندی میں چھلانگ لگاتا ہے۔ پانی کا بہاؤ اور زیادہ تیز ہو جاتا ہے لیکن خالد بھی ہمت نہیں ہارتا ہے۔ تیرتے ہوئے بڑی مشکلوں سے اپنے ڈوبتے ہوئے جگری دوست تک پہنچ کر اس کو سہارا دیتے ہوئے، پانی کے بہاؤ کو کاٹتا ہوا کنارے تک لے آتا ہے۔ گویا اپنی جان پر کھیل کر خالد اپنے دوست کی جان بچا لیتا ہے لیکن جاوید پیٹ میں ناک میں پانی بھر جانے کی وجہ سے ہوش کھو دیتا ہے۔ یہ دیکھ کر خالد پر بھی جمود طاری ہو جاتا ہے، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ادھر پورے گاؤں میں شور مچ جاتا ہے کہ دونوں پانی میں ڈوب گئے ہیں۔ دونوں کے والدین گھبراتے ہوئے ندی کنارے پہنچتے ہیں۔ لوگ جاوید کے پیٹ سے پانی نکالنے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرتے ہیں، وہیں پر خالد کھڑا رو رہا تھا کہ دونوں کے والدین بہت ناراض ہوں گے ڈانٹ پڑے گی نہ جانے کیا ہوگا یہ سوچتا کھڑا رہتا ہے کہ جاوید کو ہوش آ جاتا ہے۔

خالد کے والدین دونوں کو سمجھاتے ہیں کہ بیٹا اگر تم لوگ ہم سے جھوٹ بول کر نہیں جاتے تو شاید یہ حادثہ نہیں ہوتا۔

جھوٹ بولنا بہت بری بات ہے۔ اگر تم صحیح بتاتے تو ہم بھی تمھارے ساتھ آبشار کی سیر کرنے آتے۔ وہ تو خدا کا شکر ہے کہ دونوں کی جان بچ گئی۔ آئندہ ہمیشہ خیال رکھنا جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ جھوٹ بہت بری بلا ہے جو کئی مصیبتیں ساتھ لاتی ہے۔

دونوں نے اپنے والدین سے کان پکڑ کر معافی مانگی اور وعدہ کیا کہ ہم لوگ ہمیشہ سچ بولیں گے۔

■

Sania Bano
Sindhipura, Dola Mian Ki Masjid ke Pass
Sindhipura,
Burhanpur- 450331 (MP)
Mob.: 7049973489
161252990@gmail.com

عبدالودود انصاری

تتلی رانی

شہلا اپنی پڑھائی لکھائی کے بعد بیشتر اوقات اپنے باغیچے میں گزارتی تھی۔ وقت کیا گزارتی اسے تو رنگ برنگ کے پھولوں پر منڈلاتی شوخ اور چنچل تتلیوں سے بے پناہ محبت تھی جن کے پیچھے دوڑتی، پکڑتی، مسکراتی، پھر ہوا میں چھوڑ دیتی جس سے اسے بے حد، مسرت حاصل ہوتی تھی۔ ادھر تتلیاں بھی شہلا کو بے حد چاہتی تھیں۔ شہلا کو باغیچے میں آتے دیکھتے ہی تتلیاں پھولوں سے اڑ اڑ کر شہلا کو مرحبا مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر شہلا کا استقبال کرتی تھیں۔ معمول کے مطابق ایک دن شہلا ایک خوبصورت تتلی کے قریب گئی اور اسے پکڑنے کے بجائے تتلی کو دیکھتی رہی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ آج تتلی رانی سے کچھ بات چیت کی جائے۔ تتلی رانی بھی شہلا کے چہرے کو پڑھ کر سمجھ گئی کہ آج شہلا کچھ کہنے والی ہے۔ پھر ایسا ہوا کہ تتلی رانی نے ہی بات چیت کا آغاز کر ڈالا۔

''شہلا، آج تم مجھے پکڑنے کے بجائے اس قدر غور سے کیوں دیکھ رہی ہو؟''

شہلا: سب سے پہلے آپ بتایئے کہ آپ کے نام کیا کیا ہیں؟

تتلی رانی: اردو والے تو ہندی والوں کے دیے ہوئے نام 'تتلی' کہہ کر پکارتے ہیں جب کہ عربی میں فراشتہ، بنگلہ میں پرجاپتی اور انگریزی میں بٹرفلائی (Butter Fly) کے نام سے جانی جاتی ہوں۔

شہلا: آپ ہیں کون؟

تتلی رانی: میں کیڑے مکوڑے کے خاندان سے تعلق رکھنے والی ایک فرد ہوں۔

شہلا: آپ کیڑوں کے جس گروپ سے تعلق رکھتی ہیں اس کا سائنسی نام کیا ہے؟

تتلی رانی: لیپی ڈوپٹیرا (Lepidoptera)۔

شہلا: آپ کا یہ سائنسی نام کیسے پڑا؟

تتلی رانی: لیپی ڈوپٹیرا یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں چھلکے جیسے پروں والے۔ چونکہ میرے پر بھی چھلکے دار ہیں اسی لیے میرا نام بھی لیپی ڈوپٹیرا پڑا۔

شہلا: دنیا میں آپ کی کتنی قسمیں پائی جاتی ہیں؟

تتلی رانی: 1500 سے 2000 تک۔

شہلا: ہندوستان میں آپ کی کم وبیش کتنی قسمیں پائی جاتی ہیں؟

تتلی رانی: 1500

شہلا: اچھا ذرا... اپنی پیدائش کے بارے میں بتایئے!

تتلی رانی: ہم تتلی کی مادائیں سرسوں، آم، کاغذی لیموں وغیرہ کے درختوں کے سبز پتوں پر کئی کئی سو انڈے دیتی ہیں۔ انڈے سفید دانے کی شکل کے ہوتے ہیں جو پتوں سے چپکے رہتے ہیں۔ دس بارہ دنوں بعد ان انڈوں سے ننھے ننھے لاروے (Larvae) نکلتے ہیں۔ لاروے کا جسم لمبا اور پتلا روؤں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ شروع شروع میں یہ انڈوں کے خول کھاتے ہیں، بعد میں نرم پتوں کو اپنی غذا بناتے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد لاروے کا جسم چھوٹا اور موٹا ہوجاتا ہے اور جسم پر ہرے رنگ کا خول چڑھ جاتا ہے۔ خول کے اندر لاروے کی شکل بدل کر پیوپا (Pupa) میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ لاروے کی پیدائش سے پیوپا بننے تک کم وبیش چار ہفتے لگتے ہیں۔ اس دوران یہ کھانا پینا بند کردیتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کی شکل وشباہت میں بڑی تیزی سے تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے پھر تقریباً دس بارہ دنوں میں پیوپا آہستہ آہستہ مکمل تتلی بن جاتا ہے اور پھر تمھاری تتلی رانی کی طرح خول توڑ کر باہر نکل جاتا ہے۔

شہلا: تتلی رانی... کملا (Caterpillar) کیا ہے؟

تتلی رانی: ارے منی... میری پیوپا کی شکل کا دوسرا نام کملا ہے۔

شہلا: اچھا یہ تو بتدریج آپ کی شکلیں بدلنے کا عمل ہوا یعنی انڈے سے لاروا۔ لاروے سے پیوپا اور پیوپا سے تتلی۔ اس عمل کا سائنسی نام کیا ہے؟

تتلی رانی: قلب ماہیت (Metamorphosis)۔

شہلا: ذرا آپ ٹھیک ٹھیک بتایئے کہ کتنے انڈے آپ مادائیں دے سکتی ہیں؟

تتلی رانی: 100 سے 3000۔

شہلا: آپ ذرا مختصر میں اپنے جسم کی ساخت کے بارے میں بتایئے!

تتلی رانی: میرا جسم تین حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔ اول سر، دوئم سینہ اور سوئم شکم۔ میرا سر چھوٹا اور گول ہوتا ہے جس کے دونوں جانب آنکھیں ہوتی ہیں۔ سر کے اوپری حصے میں دو بال جیسی سینگیں ہوتی ہیں جنھیں اینٹینی (Antenae) کہا جاتا ہے۔ منھ کے سامنے ایک پتلی نلی کی طرح سونڈ ہوتی ہے جسے پروبوسیس (Proboscis) کہتے ہیں۔ اسی سے میں پھولوں اور پھلوں کا رس پیتی ہوں۔ میرا سینہ تین حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔ ہر حصے میں ایک جوڑی ٹانگیں ہوتی ہیں۔ اس طرح میری کل چھ ٹانگیں ہیں۔ سینے کے اوپری حصے میں دو جوڑے پر ہوتے ہیں جو بڑے نازک ہوتے ہیں۔ میرا شکم مولی کی طرح لمبا ہوتا ہے جس پر گول گول دھاریاں ہوتی ہیں۔ اس کے دونوں کناروں پر چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے ہیں۔ انہی سوراخوں سے میں سانس لیتی ہوں۔

شہلا: (آپ اپنی اینٹینی (Antenae) سے کیا کام لیتی ہیں؟

تتلی رانی: میں انھیں سونگھنے اوراڑنے میں استعمال کرتی ہوں۔

شہلا: آپ کے کان کہاں ہوتے ہیں؟

تتلی رانی: اپنے دونوں پیروں سے سنتی ہوں۔

شہلا: اچھا یہ بتائیے کہ آپ جو رس پیتی ہیں تو کیسے پیتی ہیں؟

تتلی رانی: تم تو جان ہی چکی ہو میں اپنے سونڈ (Proboscis) کے ذریعے رس پیتی ہوں۔ پھولوں یا پودوں کا رس پینے کے قبل میں اپنے خون کے دباؤ کی مدد سے اپنی مڑی ہوئی سونڈ کو سیدھا کر کے اس کو اس مقام تک پہنچا دیتی ہوں جہاں رس ہوتا ہے، اس کے بعد سانس کی مدد سے رس پینا شروع کر دیتی ہوں۔ جب شکم سیر ہو جاتی ہوں تو دوبارہ اپنی سونڈ کو لپیٹ کر اڑ جاتی ہوں۔

شہلا: کیا غذا کی وجہ سے آپ کے جسم کی شکل و شباہت میں تبدیلی بھی آتی ہے؟

تتلی رانی: نہیں منی... میری مکمل شکل و شباہت تو بچپن میں کملا اسٹیج (Caterpillar Stage) میں ہی مکمل ہو جاتی ہے۔ میری غذا مجھے اڑنے میں توانائی فراہم کرتی ہے۔

شہلا: آپ سب آپس میں کس طرح بات چیت کرتے ہیں؟

تتلی رانی: ہم سب 'ٹک ٹک۔ ہاٹ' جیسی آواز نکالتے ہیں۔ اس آواز کا مطلب میرے سوا بعض پرندے بھی سمجھ لیتے ہیں لیکن یاد رکھو ہم سب کی بولیوں کے کچھ اشارے مثلاً پنکھ پھڑ پھڑانا، فضا میں اڑنا اور ایک جگہ ٹھہر کر اڑنا بھی ہوتے ہیں لیکن ایسے اشاروں کو تتلیاں ہی سمجھ سکتی ہیں۔

شہلا: کیا یہ سچ ہے کہ نر تتلی کے پروں کی تعداد مادہ کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے؟

تتلی رانی: ہاں۔ یہ سچ ہے۔

شہلا: تتلی رانی، یہ بتائیے آپ اس قدر حسین کیوں دکھائی دیتی ہیں؟

تتلی رانی: میرا جسم اور پروں کا رنگ دراصل چھوٹے، پتلے، چھلیے اور نہایت ہی دلکش نازک چھلکوں کی مناسب ترین بناوٹ کی وجہ سے خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔

شہلا: کیا یہ صحیح ہے کہ آپ کا رنگ موسم کے بدلنے سے بدلتا بھی ہے؟

تتلی رانی: ہاں۔ یہ صحیح ہے۔

شہلا: اچھا آپ کا نر، فیرومون (Pheromone) نامی کیمیائی مادہ خارج کیوں کرتا ہے؟

تتلی رانی: منی، وہ ہم ماداؤں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ایسا کرتا ہے۔

شہلا: اچھا یہ بتائیے کہ آپ کو چھونے پر ہاتھ میں پاؤڈر کیوں لگ جاتا ہے؟

تتلی رانی: دراصل اللہ نے ہم ہمارے پروں پر جو قدرتی ڈیزائن بنایا ہے، اس کے رنگ ہلکے ہوتے ہیں اور یہ مادے پاؤڈر کی طرح ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے پروں کو چھونے پر تمھارے ہاتھ میں پاؤڈر لگ جاتا ہے۔

شہلا: تتلی رانی، آپ بارش کے دوران کہاں چھپ جاتی ہیں؟

تتلی رانی: بارش کے دوران پھولوں کی ڈالیوں کے نیچے

دونوں پروں کو جوڑ کر سر کو نیچے کر کے لٹکی رہتی ہوں یا پھر گھاس کے ڈھیر میں چھپ جاتی ہوں۔

شہلا: اچھا یہ بتایئے کہ آپ لوگوں کے خاندان کی سب سے بڑی تتلی کا نام کیا ہے اور اس کے پروں کا پھیلاؤ کتنا ہے؟

تتلی رانی: ہماری بڑی تتلی Queen Alexander's Birdwing ہے۔ اس کے پر 190 ملی میٹر تک پھیلے ہوئے ہیں۔

شہلا: اور سب سے چھوٹی تتلی کا نام اور اس کے پروں کا پھیلاؤ!!

تتلی رانی: Zizeeria Trochilus-12 ملی میٹر۔

شہلا: آپ لوگوں کے درمیان ایک ایسی تتلی بھی ہے جس کا ذائقہ اتنا کڑوا ہوتا ہے کہ گرگٹ اور چھپکلیاں بھی اسے شکار کرنا پسند نہیں کرتی ہیں۔ ذرا اس تتلی کا نام بتایئے!

تتلی رانی: کیلیما (Kallima)

شہلا: ہندوستان میں وہ کون سی جگہ ہے جہاں کی تتلی پت جھڑ کے دنوں میں پیڑ کے پتوں جیسا رنگ اختیار کر لیتی ہے اور لوگ اسے پتا ہی سمجھ لیتے ہیں؟

تتلی رانی: دارجلنگ۔

شہلا: سنا ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان ایک ایسی تتلی بھی ہے جس کی چیونٹی سے بڑی دوستی ہے۔ ذرا اس تتلی کا نام بتایئے اور دوستی کا راز بھی بتایئے!

تتلی رانی: اس قسم کی تتلیاں لائیکانیڈس (Lycaenids) کہلاتی ہیں جو بہت چھوٹے سائز کی ہوتی ہیں۔ اس کی ایک مثال Enchry Sope Snejus کی ہے۔ اب رہی بات چیونٹی سے اس کی دوستی کی تو سنو میری یہ سہیلی ایک طرح کا میٹھا مادہ غدود خارج کرتی ہے جو چیونٹیوں کو بے حد پسند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ میری اس سہیلی کو اپنے گھونسلوں میں انڈے دینے کی دعوت بھی دیتی ہیں اور اس کی حفاظت بھی کرتی ہیں۔

شہلا: اس قسم کی تتلیاں کہاں کہاں پائی جاتی ہیں؟

تتلی رانی: ہندوستان کے علاوہ برما اور سری لنکا میں۔

شہلا: کیا یہ صحیح ہے کہ آپ میں بعض قسمیں دور دراز علاقوں میں ہجرت بھی کر جاتی ہیں؟

تتلی رانی: ہاں ... کرتی ہیں۔ ایک مثال تو پیرس (Pieris) تتلی کی ہے جو جاڑے میں ہمالیہ سے شمالی ہندوستان کی جانب ہجرت کر کے چلی جاتی ہے پھر اس کی واپسی گرمی میں ہوتی ہے۔ دوسری مثال منارک تتلی (Monarch Butterfly) کی ہے جو شمالی امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ وہ دو ہزار کلومیٹر دوری طے کر کے گرم خطے میں چلی جاتی ہے پھر موسم بہار میں واپس آ جاتی ہے۔

شہلا: اچھا یہ بتایئے کہ منارک تتلی کی زیادہ سے زیادہ رفتار کتنی ہے؟

تتلی رانی: 27.2 کلومیٹر فی گھنٹہ

شہلا: پرانے زمانے میں کس قوم کو یقین تھا کہ انسان کے جسم میں روح تتلی کی طرح اتر جاتی ہے؟

تتلی رانی: یونانیوں کو۔

شہلا: دنیا میں کس ملک کو تتلیوں کا دیس کہا جاتا ہے؟

تتلی رانی: نیوزی لینڈ کو۔

شہلا: تتلی رانی ! دنیا میں کس ملک میں آپ کا یعنی تتلی پارک ہے؟

تتلی رانی: ملیشیا میں۔

شہلا: کس تتلی کو اسکپر (Skipper) کہا جاتا ہے؟

تتلی رانی: ہیسپیر ڈ (Hesperids) کو۔

شہلا: اور کس تتلی کو پالین ٹائیگر (Plain-tiger) کہا جاتا ہے؟

تتلی رانی: Danaids کی ایک قسم Danaus Chrysippus کو۔

شہلا: نمفالڈ (Nymphalid) تتلی کی کون سی دو مشہور قسمیں ہیں جن میں ایک کو راجا اور دوسرے کو نواب کہا جاتا ہے؟

تتلی رانی: کیراکس (Charaxes) کو راجا اور اریئیوبیا (Erioboea) کو نواب کہا جاتا ہے۔

شہلا: اب ایسی دو تتلیوں کے نام بتایئے جو پھولوں کے بجائے گوبر، کھاد اور سڑے گلے پھلوں پر بیٹھنا پسند کرتی ہیں؟

تتلی رانی: کیراکس اور امیریئوبیا۔

شہلا: سنا ہے ایک ایسی تتلی بھی ہے جو تقریباً 2000 میٹر اونچائی کے پہاڑوں پر برفیلے علاقوں میں رہنا پسند کرتی ہے۔ اگر سچ ہے تو اس کا نام کیا ہے؟

تتلی رانی: منی۔ سچ ہے۔ اس کا نام اپولو تتلی (Appollo Buterfly) ہے۔

شہلا: اچھا یہ بتایئے کہ کون سی تتلی اکثر میدانوں میں رہنا پسند کرتی ہے؟

تتلی رانی: نپٹس (Niptis)۔

شہلا: تتلی رانی۔ میں یہ جاننا چاہوں گی کہ اس تتلی کا نام کیا ہے جس کے پروں کو ساؤتھ امریکہ میں مرصع سازی میں استعمال کیا جاتا ہے؟

تتلی رانی: مورفو تتلی (Morpho Butterfly)

شہلا: آپ لوگوں کے خاندان میں ایک تتلی ایسی بھی ہے جس کے پروں میں ایک لمبی دم ہوتی ہے اور لوگ اسے Swallow Tail Butterfly نام سے پکارتے ہیں۔ آپ بتایئے اس کا صحیح نام کیا ہے؟

تتلی رانی: Papilionid

شہلا: تتلی رانی! آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ کم بخت پروانے کی مشابہت کی وجہ سے لوگ اکثر آپ کو پہچاننے میں غلطی کرتے ہیں۔ ذرا دونوں کی پہچان بتایئے تاکہ لوگ غلطی نہ کیا کریں۔

تتلی رانی: دیکھو منی۔ ذرا زبان صحیح کرکے بات کیا کرو۔ اچھی لڑکیاں اس طرح کی باتیں نہیں کرتیں۔ کم بخت تو برے لڑکے اور لڑکیوں کو کہا جاتا ہے۔ پروانہ تو میری جماعت سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ یعنی لیپی ڈو پیرا (Lepidopetra)۔ لہٰذا اس کو کم بخت کہنا مجھے برا لگتا ہے۔ اب رہی بات ہم دونوں کی پہچان کی تو۔ سنو!!

(1) میں اکثر دن میں نظر آتی ہوں جب کہ پروانے رات میں نظر آتے ہیں۔

(2) میری سونڈ لمبی بھی ہوتی ہے جب کہ پروانے کی چھوٹی ہوتی ہے۔

(3) میری سونڈ کا کنارہ پھولا ہوتا ہے جب کہ پروانے کا نوکدار ہوتا ہے۔

شہلا: اچھا یہ بتایئے کہ آپ کے پھولوں یا پتوں پر بیٹھنے کا اسٹائل کیسا ہے؟

تتلی رانی: میں پھولوں یا پتوں پر بیٹھتے وقت اپنے دونوں پروں کو ملا کر کھڑا رکھتی ہوں۔

شہلا: تتلی رانی۔ آپ اڑتی ہیں تو آپ کو پرندوں میں شامل کیوں نہیں کیا گیا ہے؟

تتلی رانی: منی! پرندہ ہونے کی صرف اڑنا ہی شرط نہیں۔ ان کے لیے اور بھی شرائط ہیں جو میرے اندر نہیں۔ اسی لیے تمھارے سائنس داں مجھے پرندوں میں شامل نہیں کرتے ہیں۔

شہلا: اچھا یہ بتایئے تتلی رانی۔ آپ اتنی خوبصورت ہیں۔ بہت سارے پھولوں کی پیدائش میں آپ کا اہم رول بھی ہے۔ پھر انسان آپ کو دشمن کیڑوں میں شمار کیوں کرتا ہے؟

تتلی رانی: تم انسانوں کے کیا کہنے۔ تم مجھے دیکھ کر پکڑ کر دل بہلاتی ہو۔ تمھارے گھر والے دیواروں پر میری تصویر سجاتے ہیں۔ بہت سارے پھولوں کی پیداوار میں میرا اہم رول بھی ہے لیکن یہ سب انسان بھول بیٹھا اور میرے بچے یعنی لاروے ذرا سا ان کی فصلوں، پھلوں اور ترکاریوں کو برباد کرتے ہیں تو مجھے وہ دشمن ٹھہراتے ہیں۔

(شام ڈھل چکی تھی۔ سورج اب غروب ہونے والا تھا۔ تتلی رانی نے شہلا کو سمجھایا کہ منی! جاؤ اب تمھاری پڑھائی لکھائی کا وقت ہونے والا ہے۔ کل پھر آؤ گی تو باتیں ہوں گی۔ شہلا تتلی رانی کو خدا حافظ کہہ کر اپنے گھر کی سمت واپس ہوگئی۔)

■

ماخذ: باتوں باتوں میں سائنس، **مصنف:** عبدالودود انصاری
دوسرا ایڈیشن: 2025
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

معزالدین ماجد

رنگ برنگ پھولوں کی رانی

تتلی رانی تتلی رانی
رنگ برنگ پھولوں کی رانی
سچ مچ تم ہو بہت سیانی
شرماتی ہو اٹھلاتی ہو
خوب ادائیں دکھلاتی ہو

پنکھ ہیں کتنے نرم و نازک
رنگ برنگے پیارے پیارے
پھدک پھدک کر یہ جا وہ جا
ہاتھ نہیں تم آتی ہو

ننھے ننھے پیارے پیارے
بچوں کو دوڑاتی ہو
جانے کتنے ارمانوں کو
رہ رہ کر تڑپاتی ہو

مگر کبھی جو بھولے بھٹکے
مٹھی میں پھنس جاتی ہو
پھولوں کی پنکھڑیوں جیسی
ہاتھوں سے جھڑ جاتی ہو

تڑپ تڑپ کر گھٹ گھٹ کر
پل بھر میں مٹ جاتی ہو
جاتے جاتے کھٹی میٹھی
یادیں تم دے جاتی ہو

■

Moizuddin
152 B/7 D, Wasiabad (Sadiyapur)
Allahabad - 211016 (UP)
Mob.: 6393219690
majid.allahabadi@gmail.com

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات

معلوماتِ عامہ بچوں کے کیریئر اور مستقبل سازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جنرل نالج پوری دنیا سے جوڑنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے مسابقہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے دروازے کھلتے ہیں، اس لیے بچے اگر ابھی سے تاریخ، ادب وثقافت، سماج اور سائنس کے موضوعات اور معلومات پر اپنی توجہ مرکوز کریں تو مستقبل میں ان کے لیے راہیں آسان ہو جائیں گی۔

1. زمین کا کتنا حصہ پانی پر مشتمل ہے؟
2. مرزا غالب کس صدی کے شاعر تھے؟
3. الیکٹرک بلب میں کون سی گیس استعمال ہوتی ہے؟
4. فیفا ورلڈ کپ 2022 کس ملک نے جیتا؟
5. زمین کے گرد چکر لگانے والے پہلے مصنوعی سیارہ کا نام بتائیں؟
6. ہمالہ پہاڑ کس براعظم میں واقع ہے؟
7. امرتا پریتم کس زبان کی مشہور شاعرہ تھی؟
8. گئودان کس کی تصنیف ہے؟
9. گوگل کمپنی کب قائم ہوئی؟
10. انسان کے جسم میں خون کی سب سے بڑی رگ کون سی ہے؟
11. اولمپک کے نشان میں کتنے دائرے ہوتے ہیں؟
12. اس آلہ کا نام بتائیں جس سے دل کی دھڑکن سنی جاتی ہے؟
13. فری کک کا استعمال کس کھیل میں ہوتا ہے؟
14. GPS کا فل فارم کیا ہے؟
15. مشہور قلعہ گولکنڈہ کہاں واقع ہے؟
16. ’غزل اردو شاعری کی آبرو ہے‘ یہ جملہ کس نے کہا تھا؟
17. ہندوستان کے سب سے بڑے بندرگاہ کا نام کیا ہے؟
18. واٹر پولو کی ٹیم میں کتنے کھلاڑی ہوتے ہیں؟
19. دنیا کا سب سے زیادہ استعمال ہونے والا سوشل میڈیا کا نام کیا ہے؟
20. ماؤنٹ ایوریسٹ کی اونچائی کتنی فٹ ہے؟

(جواب صفحہ نمبر 29 پر ملاحظہ فرمائیں)

چمن چمن کے پھول

شاعری میں بڑی طاقت ہے۔اس سے تحریر وتقریر میں تاثیر پیدا ہوتی ہے،خطاب میں زوراور تحریر میں قوت پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بہت کارگر ہوتا ہے۔ پرانے زمانے کے لوگوں کو استاد شعرا کے ہزاروں اشعار یاد ہوا کرتے تھے اور وہ موقعے کی مناسبت سے ان اشعار کا استعمال بھی کیا کرتے تھے۔

’چمن چمن کے پھول‘ میں مختلف رنگ اور شاعروں کے شعر اس لیے دیے جاتے ہیں تاکہ بچے موضوع کی مناسبت سے اچھے اشعار یاد کریں اور اپنی تحریر و تقریر میں اشعار کا موزوں اور برمحل استعمال کرسکیں۔(ادارہ)

تیز دھوپ میں آئی ایسی لہر سردی کی
موم کا ہر اک پتلا بچ گیا پگھلنے سے
—قتیل شفائی

علوی یہ معجزہ ہے دسمبر کی دھوپ کا
سارے مکان شہر کے دھوئے ہوئے سے ہیں
—محمد علوی

مرے سورج آ! مرے جسم پہ اپنا سایہ کر
بڑی تیز ہوا ہے سردی آج غضب کی ہے
—شہریار

کتراتے ہیں بل کھاتے ہیں گھبراتے ہیں کیوں لوگ
سردی ہے تو پانی میں اتر کیوں نہیں جاتے
—محبوب خزاں

سردی ہے کہ اس جسم سے پھر بھی نہیں جاتی
سورج ہے کہ مدت سے مرے سر پر کھڑا ہے
—فخر زمان

سورج لحاف اوڑھ کے سویا تمام رات
سردی سے اک پرندہ دریچے میں مر گیا
—اطہر ناسک

ستاروں آسماں کو جگمگا دو روشنی سے
دسمبر آج ملنے جا رہا ہے جنوری سے
—بھاسکر شکلا

جب چلی ٹھنڈی ہوا بچہ ٹھٹھر کر سوگیا
ماں نے اپنے لعل کی تختی جلادی رات کو
—سبط علی رضا

اک برف سی جمی رہے دیوار و بام پر
اک آگ میرے کمرے کے اندر لگی رہے
—سالم سلیم

پیروں سے ٹکراتے ہیں جب جھونکے سرد ہواؤں کے
ہاتھ لرزنے لگ جاتے ہیں چمڑے کے دستانوں میں
—عدنان محسن

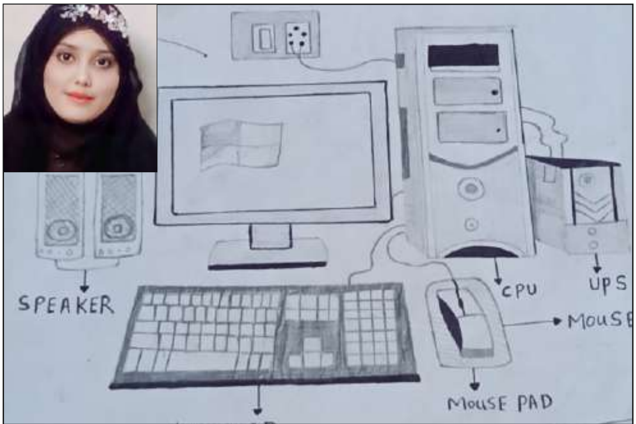

سید شیرین سید عبدالقدیر، ڈی فارمیسی، ٹھاکر شیو کمار سنگھ میموریل انجینئرنگ کالج، برہانپور، مدھیہ پردیش

ام کلثوم پیرزادے، درجہ ہشتم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول
وجے پور، کرناٹک

سمیہ بی بنت امیر شاہ، درجہ چہارم، ودیا ساگر پبلک ہائر سیکنڈری اسکول
شاہپور، ضلع برہانپور، ایم پی

پرانجل چوہان مانک چوہان، درجہ ششم، پی ایم شری گورنمنٹ مڈل اسکول
رائے گاؤں، ضلع برہانپور، ایم پی

منال، درجہ سوم، سید حامد اکیڈمی، شاہین باغ، نئی دہلی

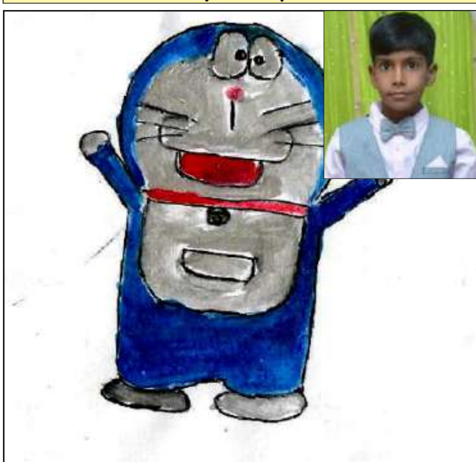

علی مسعود، درجہ پنجم، کیندریہ ودیالیہ، اینڈریوز گنج، دہلی

ضحیٰ وسیم احمد خان، درجہ سوم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول، پوار بستی، چکھلی، پونہ مہاراشٹر

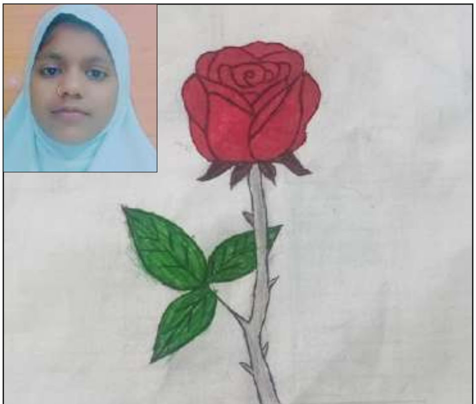

میمونہ سعدیہ شیخ رفیق، درجہ ہفتم، ضلع پریشد اردو اسکول
پیپل گاؤں کالے، جلگاؤں جامود، مہاراشٹر

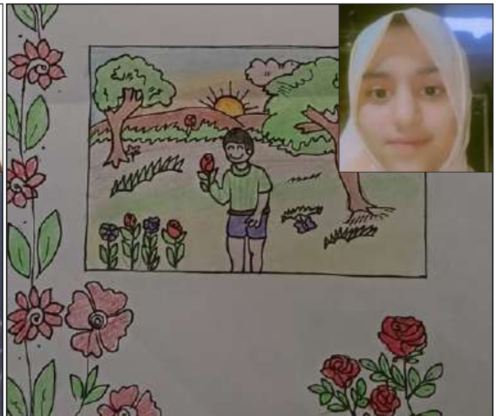

الفیہ بی آصف خان، درجہ ہشتم، گورنمنٹ اردو نیو مڈل اسکول
شاہپور، ضلع برہانپور، ایم پی

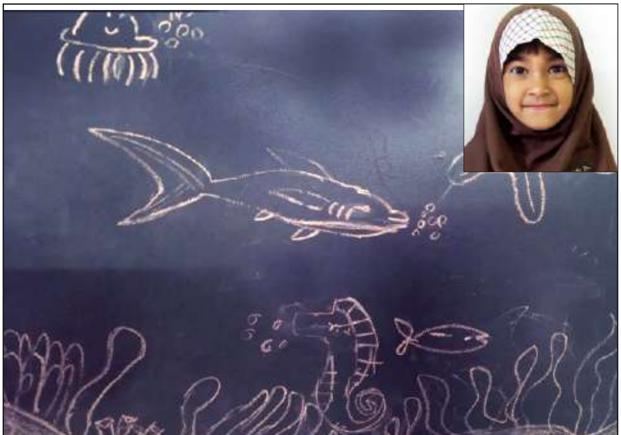

زائنہ حریم، ناگپور، مہاراشٹر

ثانیہ نور، سید حامد اکیڈمی، جامعہ نگر، نئی دہلی

نمیرہ فاطمہ عبدالحکیم، درجہ ہفتم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائر سیکنڈری اسکول
حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

تمنا شیخ ابراہیم، درجہ ہفتم، ضلع پریشد اردو اسکول پیپل گاؤں کالے، جلگاؤں جامود، ضلع بلڈھانہ، مہاراشٹر

محمد شادان عبدالسلام انصاری، نیشنل ہیری ٹیج ہائی اسکول
دھولے، مہاراشٹر

عشمیرہ فاطمہ محمد شریف، درجہ ششم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائر سیکنڈری اسکول
حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

شفاء صدف خان درجہ سوم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول، پوار بستی، چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

شیخ عائشہ صدام، درجہ چہارم، مینار اردو پرائمری اسکول، پٹیل نگر، لاتور، مہاراشٹر

ثانیہ خان، درجہ ہشتم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول
وجے پور، کرناٹک

عاتکہ یٰسین، درجہ اوّل، سرسید میموریل اسکول، بھدیہ، گیا، بہار

عائزہ یٰسین، درجہ پنجم، سرسید میموریل اسکول، بھدیہ، گیا، بہار

عرشیہ تبریز بپاری، درجہ پنجم، سرکاری اردو مدرسہ نمبر 2، بیل ہونگل، کرناٹک

عالیہ بی عزیز خان، درجہ ہشتم، گورنمنٹ اردو نیو مڈل اسکول، شاہ پور، ضلع برہانپور، ایم پی

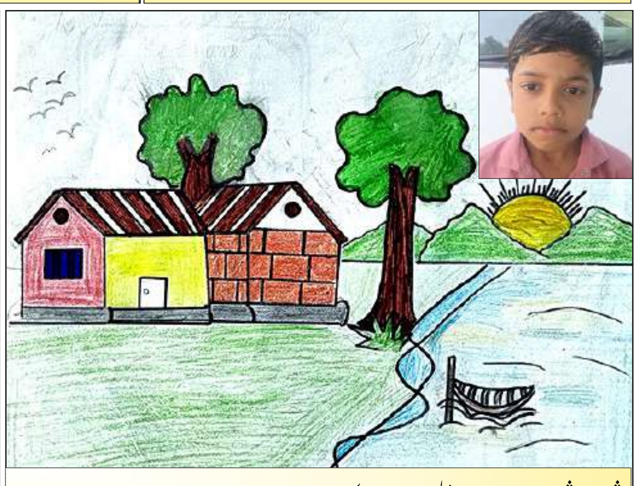

شیخ عزیر شیخ آصف، درجہ سوم، ضلع پریشد اردو اسکول، پیپل گاؤں کالے، جلگاؤں جامود، بڈھانہ، مہاراشٹر

الفیہ پروین اقبال شاہ، درجہ ہفتم، ضلع پریشد اردو اسکول
پیپل گاؤں کالے، جلگاؤں جامود، بڈھانہ، مہاراشٹر

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, दिसंबर 2025, वर्ष 13, अंक 12
BACHON KI DUNIYA Monthly, December 2025 Vol. 13, Issue: 12
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/11/2025
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دل چسپ کتابیں

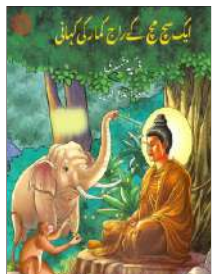

صفحات: 63 قیمت: 40 روپے

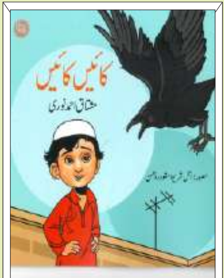

صفحات: 20، قیمت: 30 روپے

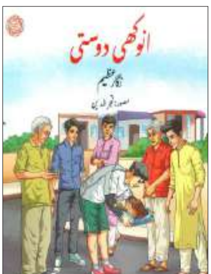

صفحات: 17، قیمت: 25 روپے

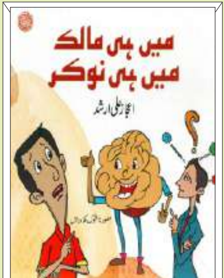

صفحات: 24، قیمت: 30 روپے

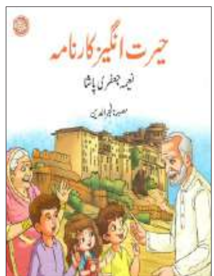

صفحات: 25، قیمت: 25 روپے

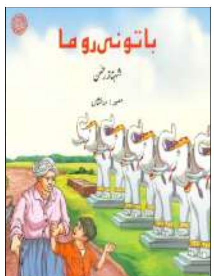

صفحات: 25، قیمت: 30 روپے

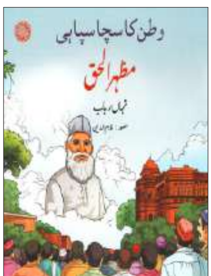

صفحات: 33، قیمت: 40 روپے

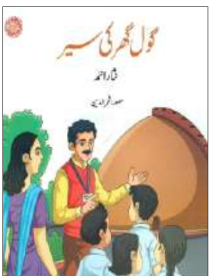

صفحات: 25، قیمت: 30 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:
شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Md Shams Equbal, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at Makoff Printers, B - 127, Sector 65, Noida, U.P
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.